کروشیڈ ٹینک دنیا میں اپنی وضع کا زیادہ تیز رفتار سمجھا گیا ہے

حیدرآباد کا ماہانہ فوجی رسالہ

"جیت"

حیدرآباد کا فوجی رسالہ

سال ۳ | ماہ مارچ ۱۹۴۵ء م ماہ فروردی ۱۳۵۴ ف | نمبر ۷

مُجھے بوڑھا بڑا کہیّے

مُجھے بُڈّھن میاں کہیّے

(جناب وارنٹ بہادُر)

مُجھے بوڑھا بڑا کہیّے مُجھے بڈّھن میاں کہیّے
مگر بحرِ خدا بیگم کو میری نوجواں کہیّے

نہ سمجھے آج تک وہ میں نے اُن کو لاکھ سمجایا
کہ حضرت قلفیاں اِن کو نہ کہیّے فقلیاں کہیّے

وہ جنٹلمین چلتے ہیں جو جُورو کے اِشاروں پر
اُنھیں دراصل جیتی جاگتی کٹ پتلیاں کہیے

ہماری زن مریدی کا یہ عالم ہے کہ مجبوراً
میاں کو کہیّے بیوی اور بیوی کو میاں کہیّے

نئی سُوجھی ہے وارنٹ اب ہماری میم صاحب کو
وہ کہتی ہیں کہ میرے بھائی کو سالارخاں کہیّے

''فوج کی آنکھیں،،

(انڈین ایرفورس برما اسکواڈرن)

برما فرنٹ پر ہندوستانی ہوائی فوج کے جو پائلٹ کام کر رہے ہیں اُنھیں فوج کی آنکھیں کہتے ہیں. یہ کیا بات ہے؟ بس یہی سوال ہندوستانی ہوائی بیڑے کے ایک افیسر نے کسی فلائنگ افیسر سے کیا کہ اِس اصطلاح کا کیا مطلب ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ روزانہ صبح کے وقت فوجی ہیڈ کوارٹرز سے اسکواڈرن کے ایریزان افیسر کے پاس اطلاع پہنچتی ہے
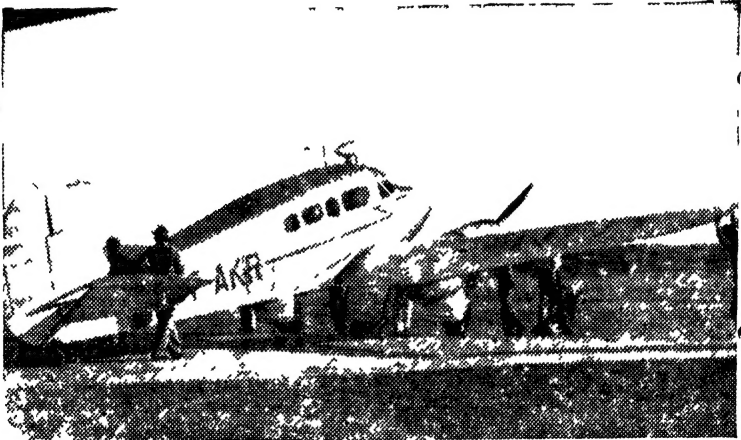
کہ آج دن میں آرمی کمانڈو کو کیا کیا دیکھنا ہے. چنانچہ ہوا باز اُڑتے ہیں اور دشمنوں کے اڈے، چھپے ہوئے مقامات اور جو جو بھید ہوتے ہیں وہ اُڑ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے

ہیں اور اُن مقامات کا نقشہ تیّار کرلیتے ہیں ۔
اِس کے عِلاوہ ہوائی جہازوں میں کیمرے بھی لگے رہتے ہیں تاکہ پائلٹ فوراً تصویر لے لیں اور اُن کی مدد سے اچّھی طرح سے جانچ پرتال کرلیں کہ جو چیزیں اُنھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں وہ کہاں تک دُرست ہیں ۔ اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ جو کام ہم کرتے ہیں وہ ایسا نہیں ہے کہ اُس کی دھوم ہو ۔ یہ توقّع ہم سے نہیں کی جاتی کہ ہم دُشمن کے شکاری جہازوں کو مار گرائیں، اِس لیے کہ ہم زمین سے زیادہ بُلندی پر نہیں اُڑتے، بلکہ درختوں کی پھننگوں کو چُھوتے ہوئے اور پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتے ہیں۔ اِس کام میں بڑے تحمّل، صحیح اندازے اور بڑے حوصلے کی ضرورت ہے ۔
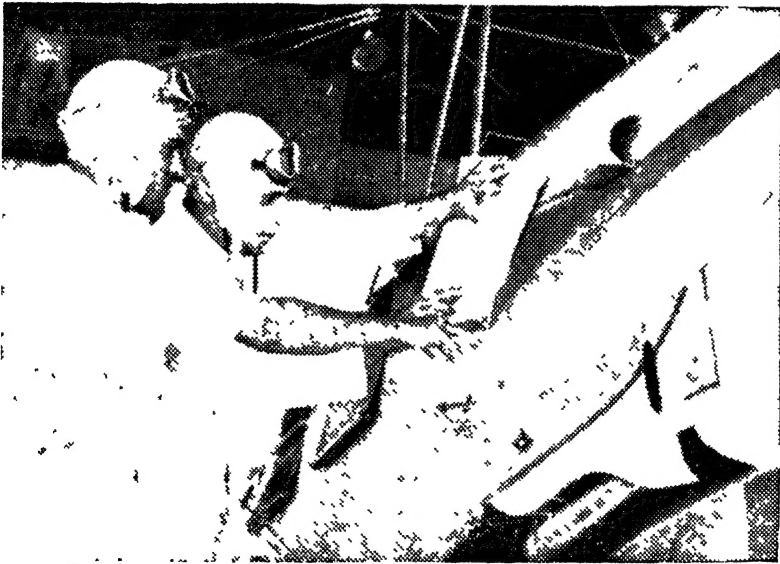
وہ بھینگی سی نظروں میں جوابات کا عالم

(جناب خبیث صاحب کاشمیری)

گونگے سے وہ بہرے کی مُلاقات کا عالم
پُر لطف اِشارات و کنایات کا عالم

تھی رات کی باتوں میں سوالات کی خواہش
وہ بھینگی سی نظروں میں جوابات کا عالم

ہے غیر پہ ہر وقت عنایات کی بارش
اور میرے لیے آہ بُخارات کا عالم

گُلہائے مَحبّت میں نباتات کی دُنیا
دُنیائے تصوّر میں جمادات کا عالم

شاعر کو نہ کام آئی خبیث اپنی خُباثت
ہر چال کے پردے میں رہا مات کا عالم

شیخ سعدی

شیخ سعدی کا پورا نام شرف الدین مصلح سعدی ہے۔
وہ سنہ ۵۸۹ ھ، مطابق سنہ ۱۱۹۳ء میں شیراز میں پیدا ہوئے جسے آج تقریباً ساڑھے چھ سو سال کا زمانہ ہوتا ہے۔ اُن کے باپ کا نام عبداللہ تھا جو بڑے اللہ والے اور رحم دل تھے۔ شیخ سعدی نے سب سے پہلے اپنے باپ سے تعلیم پائی مگر افسوس! بہت جلد باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اِس لیے شیراز چھوڑ کر اُنھیں بغداد جانا پڑا اور قریب قریب تیس سال تک وہیں تعلیم پاتے رہے۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد اکیلے سفر کو نکل گئے، کئی برس تک برابر گھومتے رہے، بلخ، غزنی، یمن، حجاز، عرب، ایران، سوڈان، طرابلس، شمالی افریقہ، ہندُستان، اور دُوسرے ملکوں کا سفر کیا، کئی بار حج کیا، دنیا کی ہر چیز کو گہری نظر سے دیکھا اور بڑے بڑے تجربے حاصل کیے۔ یہ اپنے زمانے کے بہت بڑے شاعر تھے۔ نظم کے سِوا نثر کے بھی اُستاد تھے اور دونوں پر پورا پورا قابو رکھتے تھے۔ وہ بڑے نیک زندہ دِل، خُوش مزاج اور خُوش مذاق تھے۔

کہتے ہیں کہ شیخ سعدی کو اٹھارہ زبانیں آتی تھیں۔ جس ملک میں جاتے وہاں کی زبان سیکھ لیتے اور اُس میں

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

کُچھ نہ کُچھ لکھتے۔ اپنے سفر کے سلسلے میں وہ ہِنْدُستان بھی آئے۔ یہ امیر خُسرو کا زمانہ تھا۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ یہ پہلے آدمی تھے جنھوں نے اس زمانے کی زبان ہندوی (ہِنْدُستانی یا اُردو) میں نظم لکھی۔

شیخ سعدی ہِنْدُستان کا سفر کرتے ہوئے سومناتھ کے مندر میں پہنچے

شیخ سعدی نے کئی کتابیں لکھی ہیں مگر اُن سب میں گُلستاں بہت پسند کی جاتی ہے اور اس کو دُنیا کی کتابوں میں بہت بڑا درجہ دیا گیا ہے۔ گُلستاں کے کیا معنی ہیں؟ گُل کے معنی تو پُھول کے ہیں اور ستاں کے معنی ہیں جگہ کے، گُلستاں کے معنی ہوئے وہ جگہ جہاں پھول ہوتے ہیں

یعنی باغ ۔ شیخ سعدی نے الفاظ کا ایسا باغ لگایا ہے جو ہمیشہ ہرا بھرا رہتا ہے اور بچّوں سے لے کر بوڑھوں تک اُسے پڑھتے ہیں اور مزے لیتے ہیں ۔

یہ کتاب شیخ سعدی نے کیوں لکھی؟ بات یہ ہے کہ اُن کو اپنے بادشاہ سعد ابو بکر سے بڑی محبّت اور خاص تعلّق تھا ۔ اُنھوں نے اپنا تخلّص بھی اُسی کے نام پر رکھا اور یہ کتاب بھی اُسی کے لیے لکھی ۔ اِس میں ہر قسم کے لوگوں کا حال لکھا ہے اور ایسی ایسی پتے کی باتیں بیان کی ہیں جو اُن کی زندگی کا نچوڑ ہیں ۔ اِس میں اِنسان کو آزاد رہنے اور سچ بولنے کی تعلیم دی گئی ہے، بادشاہوں اور امیروں کی کمزوریاں اِشاروں اِشاروں اور صاف ستھرے پیرائے میں بیان کی ہیں ، جھوٹے اور دغاباز لوگوں کا بھید کھولا ہے اور ایسا اچّھا ڈھنگ اختیار کیا ہے کہ کسی کو بُرا نہیں معلوم ہوتا ۔ پوری گلستاں کے آٹھ باب ہیں ۔ پہلے باب میں بادشاہوں کی خصلتیں ہیں، دوسرے میں فقیروں کی عادتیں ہیں، تیسرے میں قناعت اور صبر و شکر کی بڑائی ہے، چوتھے میں خاموشی کے فائدے ہیں، پانچویں میں محبّت اور جوانی کا بیان ہے، چھٹے میں بڑھاپے کا ذکر ہے، ساتویں میں تعلیم و تربیت کے قصّے ہیں اور آٹھویں میں ملنے جلنے کے آداب اور نصیحتیں ہیں ۔

فارسی زبان میں اب تک کوئی کتاب اِس ٹکّر کی نہیں لکھی گئی اور نہ اب تک کوئی کتاب اِس سے زیادہ مقبول ہوئی ۔ اِس میں ہر ایک کہانی ایسی ہے جس میں کڑوا سچ،

ہنسی مذاق کی شکر سے میٹھا اور مزیدار بنادیا گیا ہے ۔ بہت سے ملکوں میں اِس کتاب کو اب بھی لڑکوں کو پڑھایا جاتا ہے اور بچّوں سے لیکر بوڑھے تک برابر اُس کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں ۔ تقریباً دنیا کی ہر بڑی زبان میں اِس کے ترجمے ہوئے اور اُردو میں بھی کئی ترجمے ہوئے ہیں۔ ہم اِس کتاب کے ہر باب میں سے دو دو چار چار کہانیاں نقل کرتے ہیں آپ بھی پڑھیے اور مزے لیجیے اور اگر دل چاہے تو پوری کتاب منگاکر پڑھ ڈالیے ۔

شیخ سعدی نے بڑی عمر پائی ۔ کہتے ہیں کسی بزرگ نے اُنھیں پچاس ہزار دینار نذرانے کے طور پر بھیجے ۔ اُنھوں نے اُسی روپیے سے، شیراز سے تین چار میل باہر ایک خوبصورت پہاڑی کے دامن میں ایک خانقاہ بنوائی اور وہیں رہنے سہنے لگے اور اپنے مریدوں کو بھی وہیں تعلیم دیتے تھے۔ سنہ ۶۹۱ ھ میں انتقال ہوا اور اُسی خانقاہ میں آرام کیا۔ شیخ سعدی مرے نہیں بلکہ اب تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے ۔
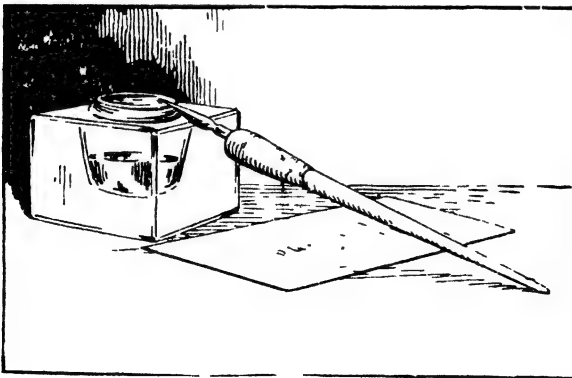
گریبل کی عشق بازی

(جناب ڈاکٹر بابر مرزا صاحب)

گریبل عشق بازی میں سب پرندوں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں ۔ وہ مہذّب آدمیوں کی طرح اپنی محبّت کا اظہار کرنے کے لیے مادہ کو تحفے تحائف لا کر دیتے ہیں ۔

نر نہایت خاموش اور شرمیلا ہوتا ہے اور مادہ نہایت تیز اور چالاک ہوتی ہے ۔ چنانچہ سب سے پہلے محبّت کا اظہار مادہ کی طرف سے ہوتا

ہے ۔ وہ ایک دوسرے کے قریب عجیب و غریب طریقے
سے آتے ہیں ۔ دونوں پانی میں رہتے ہیں صرف گردنیں
پانی سے باہر رہتی ہیں ۔ پھر دونوں سینے سے سینہ
ملا کر اُچھلتے ہیں ۔ نر کی چونچ میں ایک چھوٹی سی
لکڑی ہوتی ہے ۔ مادہ آگے بڑھ کر لکڑی کا ایک سرا اپنی
چونچ میں پکڑلیتی ہے دونوں کے دونوں محبّت میں ڈوبے
ہوئے ، کبھی ڈبکی مارتے ہیں ، کبھی آگے بڑھتے ہیں
کبھی پیچھے ہٹتے ہیں اور آخر میں مست ہو کر جھومنا
شروع کردیتے ہیں ۔

لطیفہ

بیوی ۔ (اپنے خاوند سے) آخر تم نے میری بہن کا پیار کیوں لیا ؟

خاوند ۔ اِس لیے کہ وہ میری سالی ہے ۔

بیوی ۔ مگر میں دیکھ رہی ہوں کہ اب تمھیں میرے پورے
خاندان بھر کے پیار لینے کا ذبط سوار ہوگیا ہے ۔

سمندر کی تہ میں کیا ہے؟

(جناب س۔ م صاحب)

سمندر کتنا بڑا ہے؟ ہماری زمین کا تین چوتھائی۔ یعنی ساری دُنیا کا ایک حِصّہ خشکی ہے اور تین حِصّے پانی ہے۔ پھر گہرائی کا یہ عالم ہے کہ بڑے بڑے غوطے کھا رہے ہیں

اور صحیح پتا نہیں چلا۔ بعض سمندر تو بہت ہی گہرے ہیں۔ اِس وقت ہماری زمین پر سب سے اُونچا پہاڑ ہمالیہ ہے اور اُس کی سب سے بلند چوٹی تقریباً پانچ میل اُونچی ہے جو ماؤنٹ ایورسٹ کے نام سے مشہور ہے۔ اگر اُن گہرے سمندروں

میں کسی طریقے سے وہ پورا پہاڑ اُتار دیا جائے تو نہ تو اُس پہاڑ کا پتہ لگے گا اور نہ وہ چوٹی دکھائی دے گی ۔

اب آپ سمندر کے اندر جاکر دیکھیں تو وہاں پہاڑ ہیں ، پہاڑیاں ہیں اور اُن میں مونگا، موتی، سیپ اور گھونگے پھیلے ہوئے ہیں ۔ بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لعل و زمرّد کا فرش بچھا ہوا ہے۔ کہیں سُنہرے رنگ کے پتھر ہیں تو کہیں روپہلے، کہیں سبز ہیں تو کہیں لال بھبوکا ، کہیں ہیرے اور پنّے کی پہاڑیاں ہیں تو کہیں لعل و زمرد کی گھاٹیاں بنی ہوئی ہیں ۔ اب ذرا اور آگے چلیے تو بڑے بڑے باغ اور گھنے جنگل دکھائی دیں گے اِن ہی جنگلوں میں کہیں تو خوبصورت خوبصورت پودے ہیں اور کہیں رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں ۔ اور لال ، پیلی ، اُودی ، روپہلی اور سنہری مچھلیاں تیرتی رہتی ہیں ۔

اب آپ ذرا اور گہرائی میں جائیے تو اندھیرا گھپ ہے ۔ ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہیں دیتا ۔ پانی کے وزن سے یہاں کی ریت دب کر پتّھر ہوگئی ہے۔ اندھیرے کے سبب سے بہت سے جانور اندھے ہوگئے ہیں ۔ بس وہ اندھے فقیر کی طرح ٹٹول ٹٹول کر چلتے پھرتے ہیں ۔ مگر یہاں ہمیں ایک عجیب و غریب چیز دکھائی دیتی ہے۔ اُس اندھیر نگری میں اللہ میاں نے ایسے جانور اور ایسی مچھلیاں پیدا کردی ہیں جن میں سے خود بخود روشنی نکلتی ہے۔ یہ بالکل اسی طرح کی روشنی ہے جیسی کہ ہم جگنو میں دیکھتے ہیں ۔ بعض بعض مچھلیوں میں بجلی کے خزانے پائے جاتے ہیں ، بعض ایسی ہیں کہ

معلوم ہوتا ہے کہ سر سے پاؤں تک اُن میں بجلی کے قمقمے لگے ہوئے ہیں۔ پھر بعض میں سُرخ روشنی ہے تو بعض میں زرد، بعض میں نیلی ہے تو بعض میں قرمزی۔ جب وہ چاہتی ہیں تو روشنی ہوجاتی ہے اور جب چاہتی ہیں روشنی گل ہوجاتی ہے۔

لطیفہ

ایک شخص۔ اگر دریا میں آگ لگ جائے تو مچھلیاں کہاں جائیں گی؟

شیخ چلی۔ واہ بیوقوف، تجھے اتنا بھی نہیں معلوم۔ ارے دریا میں آگ لگے گی تو مچھلیاں درختوں پر چڑھ جائیں گی۔

ایک چھتری باز کا حیرت انگیز کرتب !!!

۶ میل تک آسمان پر چڑھنا اور ۲۹,۳۰۰ فٹ یعنی تقریباً ۵ میل کی بلندی پر سے کودنا !

(جناب رضیہ بیگم محمّد مرزا صاحب)

صرف تجربے کی خاطر ایک مشہور ہوا باز آرتھر اسٹارنس نامی ایک روز ہوائی جہاز میں بیٹھ کر اُڑا اور ۳۱۴۰۰ فٹ یعنی تقریباً ۶ میل بُلندی تک پہنچ گیا جہاں بے حد ٹھنڈی اور ہلکی ہوا تھی۔ اُس کے بعد وہ کچھ اور نیچے آیا پھر کوئی ۲۹۳۰۰ فیٹ یعنی تقریباً ۵½ میل کی بُلندی سے زمین پر کودا. اِتنی زبردست بُلندی سے اب تک کوئی شخص نہیں کودا ، گویا یہ سب سے بڑا ریکارڈ ہے۔

اِس قدر زبردست بُلندی سے کودنے کے لیے اُسے مہینوں مشق کرنی پڑی تھی

اِس بار جب وہ کودا تو پہلے چوتھائی میل کے ختم پر اُس کی رفتار بہت زیادہ تھی. بقّیہ راستہ اُس نے ۷۰ میل کی رفتار سے طے کیا . جب وہ اُڑتے ہوئے (۵۰۰۰) فٹ کی بلندی پر آیا تو اُسے اپنی عینک اُتارنی پڑی . اس لیے کہ شیشوں پر کہر جم گئی تھی اور وہ اپنا بلندی بتانے والا آلہ نہیں دیکھ سکتا تھا جو اُس کی بائیں کلائی پر بندھا ہوا تھا . کودتے وقت اُس کا ہونٹ بھی کٹ گیا . وجہ یہ ہوئی کہ یکایک چھتری کھلی اور ایک دھکّا لگا . اِس اچانک غیر معمولی دھکے سے اُسکا ہونٹ دانتوں کے نیچے آگیا .

کودتے وقت اُس کے پاس کوئی سو پونڈ وزنی سامان بھی تھا اُس میں سب سے زیادہ اہم چیز آکسیجن ٹرپ تھا. اس لیے کہ (۳۰۰۰۰) فٹ کی بلندی پر ہوا کا دباؤ صرف ۴ پونڈ فی مربع انچ رہ جاتا ہے. اگر آکسیجن نہ ہو تو کسی طرح آدمی کے ہوش و حواس قائم نہیں رہ سکتے ہیں. اُس کے

سیدھے کولھے پر ایک کیمرہ بھی بندھا ہوا تھا جو گرتے وقت
اُس کے جسم کے گھومنے یا چکر کھانے کی حالتوں کی
تصویریں کھینچتا رہتا تھا۔ اِن چیزوں کے علاوہ اُس کے لباس
کے اندر اور کئی آلات بھی تھے جو دکھائی نہیں دیتے تھے۔
یہ آلات اِس غرض سے رکھے گئے تھے کہ اُس کے دل کی
حرکت، تنفّس، رفتار، وقت اور مقام کی بلندی کو ظاہر
کرتے رہیں۔

اُس سامان میں سب سے زیادہ بھاری اور عجیب و غریب
چیز ریڈیو کا ترسیلی سیٹ تھا۔ جو اُس کے بائیں کولھے پر
لٹکا ہوا تھا، تاکہ کودتے وقت وہ جو بات کرے اُسے لوگ ریڈیو
پر سُن لیں۔ جب وہ کودا تو اُس کی بیوی اور ریڈیو کے
دوسرے سننے والوں نے شکاگو کی لاسلکی اِسٹیشن سے یہ
الفاظ سُنے! "ہاں پیاری اِس بات کی فکر نہ کرو" اِس کے
بعد بھی اُس نے بات کرنے کی کوشش کی مگر اُس کے دل
کی حرکت کی آواز کی وجہ سے بات اچّھی طرح سمجھ میں
نہیں آئی۔

مچھارا اور دیو

(جناب مرزا بشارت اللہ بیگ وی ۔ سی ۔ او)

کہتے ہیں کہ اگلے زمانے میں ایک بڈھا مچھارا تھا جو مچھلیاں پکڑ کر اپنی زندگی بسر کرتا تھا ۔ ایک مرتبہ اُس نے دریا میں جال ڈالا اور کھینچ کر باہر نکالا تو ایک بھاری پیتل کا لوٹا دکھائی دیا ۔ لوٹے پر ایک ڈھکن تھا ۔ اُس نے ڈھکن کھولا تو دیکھا کہ لوٹا بالکل خالی ہے ۔ یہ دیکھ کر اُس نے بہت تعجب کیا اور لوٹے کو ایک طرف رکھ دیا ۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے دیکھا کہ لوٹے میں سے دھنوا نکلنا شروع ہوا ۔ پھر وہ دھنوا آہستہ آہستہ آسمان کی طرف چلا اور چاروں طرف پھیل گیا ۔ بڈھا حیرت سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا ۔ اِتنے میں اُس نے دیکھا کہ آہستہ آہستہ وہ دھنوا سمٹنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک بد صورت دیو کی شکل کا ہوگیا ۔ دیدے انگاروں کی طرح ، آگے کے دانت لمبے لمبے اور نیچے کا ہونٹ سینے تک لٹکا ہوا اور کان سوپ کی طرح چوڑے چکلے تھے اور نوکیلے ۔ اُسکی ڈراؤنی شکل دیکھ کر بڈھا بھاگا مگر دیو نے ہاتھ بڑھاکر اُس کی گردن پکڑلی اور کہا کہ بھاگتا کہاں ہے میں تو تجھے کچا کھا جاؤنگا ۔ اُس نے کہا کہ میں نے تو تجھے قید سے چھڑایا اور تو اِس احسان کا بدلہ

یہ دیتا ہے کہ اُلٹا مُجھی کو کھانا چاہتا ہے۔ دیو نے کہا میں نے تُجھے کھانے کی قسم کھائی ہے۔ بُڈّھے نے کہا میں تجھے نہیں جانتا اور تو مُجھ کو نہیں پہچانتا۔ پھر بھلا بغیر دیکھے بھالے تو نے مُجھے کھانے کی قسم کس طرح کھالی!

دیو نے کہا میں نے قسم کھائی تھی کہ اِس سال جو کوئی مُجھے قید سے چھڑائے گا تو میں اُس کو کچّا کھا جاؤں گا۔ اِس سال تو نے مُجھے قید سے چھڑایا ہے اس لیے مُجھے اپنی قسم پوری کرنی ہے۔

بُڈھا تھر تھر کانپ رہا تھا اور دیو کے پنجے سے بچنے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا کہ یک بہ یک اُسے ایک ترکیب سُوجھی۔ دیو کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ تو جھوٹ بول کر کیوں کھاتا ہے۔ دیو نے کہا ہم کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ بُڈّھے نے کہا مگر یہ بات بالکل میری سمجھ میں نہیں آتی کہ تو اِتنا لمبا چوڑا دیو اِتنے سے لوٹے میں کس طرح سما سکتا ہے! دیو نے کہا اگر یہ بات تیری سمجھ میں نہیں آتی تو لے

میں پھر اِس لوٹے میں گھس کر تجھے بتا دیتا ہوں ۔ یہ کہہ کر
وہ پھر لوٹ پوٹ کر دُھنواں بن گیا اور چاروں طرف پھیل کر
سمٹا اور آہستہ آہستہ پھر اُس لوٹے کے اندر سما گیا ۔ تھوڑی
دیر کے بعد اندر سے آواز آئی کہ اِس وقت میں بالکل لوٹے
کے اندر ہوں ۔ مُجھے غور سے دیکھ اور اچھّی طرح سمجھ لے
بـڈّھے نے بجائے جواب دینے کے فوراً وہی جادو کا ڈھکّن
لوٹے کے منّہ پر رکھ دیا اور کہا کہ تو واقعی سچ کہتا ہے ۔ میں اب
تُجھے بالکل سمجھ گیا ۔ اب بول تجھے کس طرح ماروں ۔ دیو نے
کہا خدا کے لیے ڈھکن نکال اور مُجھے چھوڑ دے ۔ میں قسم کھاتا
ہوں کہ اب تجھے ہرگز نہ کھاؤں گا ۔ بُـڈّھے نے کہا کہ مجھے
تیری بات کا بالکل اعتبار نہیں ۔ بس اب تجھے اِسی دریا
میں ڈال دیتا ہوں اور ایک تختہ لکھ کر لگا دیتا ہوں کہ لوگو
ہوشیار رہو ۔ یہاں ایک بڑا بدمعاش اور ظالم دیو اِس لوٹے
میں بند ہے ۔ کوئی اُسے نہ نکالے ورنہ وہ پچتائے گا ۔ دیو
نے رو کر بڑی عاجزی سے کہا آج سے میں تجھے اپنا
دوست سمجھوں گا خدا کے لیے مُجھ پر رحم کر اور قید سے
آزاد کر دے ۔ بُـڈّھے نے جواب دیا تم سے دوستی کرنا گویا
شیر سے دُوستی کرنا ہے جب موقع دیکھو گے مُجھے کھا
جاؤگے ۔ لہذا تُم سے دُور رہنا بہتر ہے اور تم جیسے ظالموں
کا قید میں رہنا ہی اچّھا ہے ۔ یہ کہکر بـڈّھے نے وہ لوٹا گہرے
پانی میں پھینک دیا اور اللہ میاں کا شُکر ادا کر کے گھر چلا آیا کہ
اُس نے دیو کے پنجے سے بچایا ۔

نہ اِتنا نشۂ اُلفت میں احمق چُور ہوجانا
کہ دل سی شے کسی کو دے کے خود مجبور ہوجانا

سمجھتے تھے بُرا شوہر اُسے اگلے زمانے کے
ہے مقبولِ جہاں جورو کا اب مزدور ہوجانا

جو گھونگر والے پٹّھے رکھ کے حُوریں ہوگئیں غِلماں
مُنڈا کر موچھیں یہ غلماں چاہتے ہیں حور ہوجانا

بتائیں فلسفی جمناسٹک سے اور کیا حاصل
بجز اِس کے اُچھلنا کودنا لنگور ہوجانا

عجب انداز تھا پہلے پہل ملنے میں اُس بُت کا
لپٹنا شوق میں اور پھر جھجک کر دُور ہوجانا

کہا ناقہ کی گردن سے لپٹ کر بھائی مجنوں نے
کہیں ایسا نہ کرنا لے کے تم مفرور ہوجانا

یوں ہی تیرِ نگاہ گر یار کے چلتے رہے حضرت
نہیں دُشوار دِل کا خانۂ زنبور ہوجانا

نئے زمانے کے
نئے لغت

(مسٹر جاہل)

آپ کا نام تو مسٹر جاہل ہے مگر بہت بڑے عالم ہیں
چنانچہ آپکا سلسلۂ نسب چار پشتوں کے بعد مُلّا دوپیازہ سے
جا ملتا ہے ۔ مُلّا صادب نے بھی لُغت تراشے تھے ۔ وہ النامہ
کے نام سے مشہور تھے ۔ چنانچہ الخاموشی نیم رضا یا الغربہ
خواہ مخواہ مرد آدمی ۔ یہ دیکھ کر شائد انھیں بھی جوش آیا
اور نئے زمانہ کا ایک نیا لُغت لکھ ڈالا ۔ سچ ہے

ہر چہ پدر نتواند پسر تمام کند

ایڈیٹر

آزادی ۔ عورت کی مرد پر حکومت
مُہذب مرد ۔ فارغ البال، یا ڈاڑھی مونچھ مُنڈا
مُہذب عورت ۔ چوٹی اور زلفیں ندارد
فوجی ۔ چھوٹا قد اور خاکی لباس
جرمن ڈرائن گھر ۔ بے ڈھنگا مکان
فیشن ایبل لباس ۔ نیم برہنہ
شادی ۔ چٹ نکاح پٹ طلاق
سنیما ۔ ملاپ گھر
سنیما اِسٹار ۔ بے وفا عورت

مسرور ۔ شراب سے مدہوش
مغموم ۔ دو بیویاں دس بچے
قابل عزّت ۔ صاحب کا کتّا
عشق ۔ جنون، خلل دماغ
قومی لیڈر ۔ باتونی

ہیرو ۔ نقلی عاشق
پالیسی ۔ مکر و فریب
پیامِ محبّت ۔ آنکھ کا اشارہ
رقص ۔ مہذب مساس

پروسس اِنگریونگ
یعنی
بلاک سازی

(جناب ایس۔اے جلیل صاحب پروسس آرٹسٹ)

دوقسم کے لوگ جیت کا رسالہ تیّار کرتے ہیں۔ایک تو اہلِ رقم اور دوسرے اہلِ قلم۔اہلِ قلم کی دو قسمیں ہیں، ایک تو وہ جو الفاظ کے ذریعے تصویر کھینچتے ہیں اور دوسرے وہ جو خالص تصویر بناتے ہیں اِن خالص تصویر بنانے والوں میں دو بڑے مشہور و معروف آدمی ہماری مدد کررہے ہیں۔ایک تو مولوی عبدالقیوم صاحب حیدرآباد کے مشہور آرٹسٹ اور دوسرے سید عبدالجلیل صاحب پروسس آرٹسٹ ہیں۔یہ بھوپال کے ہیں اور اِن کا بمبئی میں مشہور و معروف کارخانہ ہے۔مگر ان دونوں آرٹسٹوں میں بڑا فرق ہے۔ قیوم صاحب کاغذ یا پتّھر پر تصویریں بناتے ہیں اور جلیل صاحب زِنک یا کاپر پر میکانی طور پر تصویر اُتارتے ہیں

قیوم صاحب کے پاس جاؤ تو وہ ہماری آہٹ پاتے ھی اپنا کام چھوڑ

جھاڑ کر دریچے سے اپنا سر نکال کر فوراً گھورنے لگتے ہیں کہ میرا وقت ضائع کرنے کے لیے یہ کونسی بلا نازل ہورہی ہے ۔ مگر ہم برابر کھٹ پھٹ کرتے ہوے اُن کے دریچے تک پہنچ جاتے ہیں وہ گردن اُٹھاتے ہوے ہمیں برابر گُھورتے رہتے ہیں ۔ جیسے جیسے زیادہ گُھورتے ہیں عینک کھسک کر ناک کی پُھننگ پر آجاتی ہے ۔ جب ہم بھی نزدیک آجاتے ہیں اور اُن کی عینک کا فوکس بھی درست ہوجاتا ہے تو کہتے ہیں اچّھا ایڈیٹر صاحب جیت ہیں ۔ ہم سلام کرتے ہیں وہ اس کے جواب میں کچھ گُنگُناتے ہوئے اپنا ضروری کام ایک طرف رکھ کر نہایت تپاک سے ملتے ہیں اور بڑے اخلاق سے بات چیت کرتے ہیں ۔ اِس کے بعد ہمارے رسالے کے لیے حسب ضرورت تصویریں اور کارٹون اِنڈین اِنک یا چائنیز انک سے کاغذ پر بنادیتے ہیں ۔ اب اِن تصویروں کو ہم جلیل صاحب کے پاس بھیجدیتے ہیں تو وہ اپنی مہربانی سے جلد سے جلد اُن کا بلاک تیّار کردیتے ہیں ۔ جنھیں ہم جیت کے رسالے میں عام طور پر چھاپتے ہیں ۔

سید عبدالجلیل صاحب

سیّد عبدالجلیل صاحب بھوپال میں پیدا ہوئے ۔ ٹائمز پریس میں برسوں کام کیا اور آج کل بمبئی میں اِن کا زبردست بلاک سازی کا کارخانہ ہے جس کی تمام ہندُستان میں شُہرت ہے ۔ اِن کی معمولی سے معمولی تعریف یہ ہے کہ مشکل سے مشکل بلاک کالا ہو یا سفید ، دو رنگی ہو یا سو رنگی یہ نہایت تیزی اور آسانی سے تیار کردیتے ہیں ۔ کیوں ؟ اس لیے کہ اِن کے

کارخانے کا نام تو اِکسپرس بلاک کمپنی ہے اور اُس کی چال طوفان میل سے بھی زیادہ تیز ہے۔ ان کے بنائے ہوئے بلاکوں میں بعض تو ایسے ہیں کہ ہندُستان تو کیا یُورپ کے بڑے بڑے کارخانے چیں بُول گئے مگر اِنھوں نے بلا تامل ہمارے سامنے اُنھیں تیار کرکے پھینک دیا۔

بہر حال یہ ہمارے حال پر بڑے مہربان ہیں اور اپنی مہربانی سے ہمارے کہنے سننے سے رسالہ جیت کے لیے بلاک سازی پر ایک مضمون روانہ کردیا ہے۔ یہ اُردو زُبان میں پہلا مضمون ہے جِس کے پڑھنے سے آپ کو اِس صنعت کا اندازہ ہوگا اور پتا چلے گا کہ بلاک کیسے بناتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ آئندہ رنگین بلاک بنانے پر بھی ایک چھوٹا سا مضمون ضرور بالضرور روانہ فرمائینگے۔

ایڈیٹر
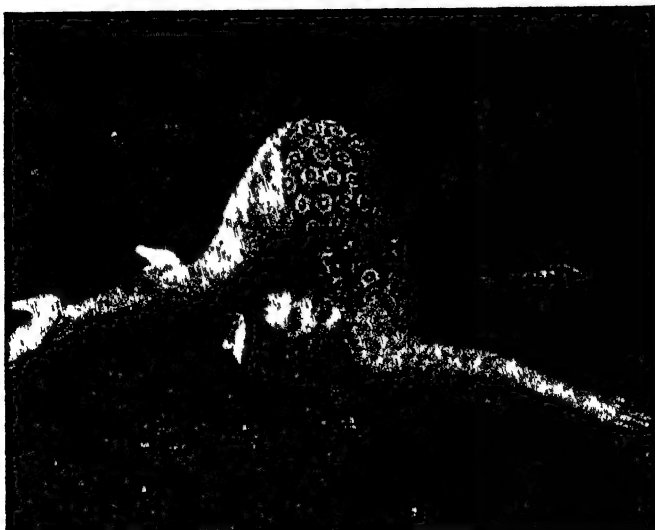
پروسس اِنگریونگ سے وہ بلاک مراد ہیں جِن کے نقش جست یا تانبے کی تختیوں پر فوٹو گرافی یا اِسی طرح کے کسی دُوسرے طریقے سے منتقل کیے جاتے ہیں اور تیزاب وغیرہ کے ذریعے اُن کی زمین کھود کر نقش یا چھپنے والے حصّے اُبھار لیے جاتے ہیں. اِن بلاکوں کی دو بڑی قسمیں ہیں. (۱) لائن بلاک (۲) ہاف ٹون بلاک

لائن بلاک کے خطوط یا نقوش یا تو بالکل سیاہ ہوتے ہیں یا بالکل سفید ہوتے ہیں اور ہاف ٹون میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے سیاہ اور سفید خطوط اور حصوں کے علاوہ ایک درمیانی ٹون بھی ہوتا ہے یعنی ہلکے اور گہرے حصّے بھی ہوتے ہیں اِس درمیانی ٹون کو لانے کے لیے جالی (Screen) استعمال کرتے ہیں. جِس سے تصویر نقطوں میں تقسیم ہو جاتی ہے.

یہ جالی شیشے کی ہوتی ہے اور عام طور پر دو شیشے جوڑ کر بنائی جاتی ہے اِن دونوں شیشوں پر بالکل مساوی اور متوازی لکیریں کھدی رہتی ہیں ۔ جب یہ لکیریں اِس طرح سے کھینچی جاتی ہیں کہ جب وہ دونوں شیشے ایک دوسرے پر بٹھاتے ہیں تو اُن میں چوخانے کی شکل پیدا ہوجاتی ہے ۔ یہی وہ چوخانے ہیں جو تصویر کو چھوٹے چھوٹے نقطوں میں تقسیم کر دیتے ہیں ۔

جالیاں کئی قسم کی ہوتی ہیں ۔ ایسے بلاک جو معمولی کاغذ پر چھاپے جاتے ہیں اُن کے لئے موٹی جالی استعمال کی جاتی ہے ۔ موٹی جالی کے ایک انچ حصّہ میں ۴۵ لکیروں سے لے کر ۱۰۰ لکیروں تک ہوتی ہیں ۔ اعلیٰ قسم کی طباعت اور بہترین قسم کے بلاکوں میں مہین جالی استعمال کی جاتی ہے ۔ اِس کے مربع انچ میں ۱۵۰ سے لیکر ۲۰۰ تک خطوط یا لکیریں ہوتی ہیں اب رہی درمیانی قسم کی جالی تو وہ سو لیکروں سے لے کر ایک سو پچاس لکیروں تک ہوتی ہے اور عام طور پر تجارتی بلاکوں اور میگزینوں کے بلاکوں میں استعمال کی جاتی ہے ۔
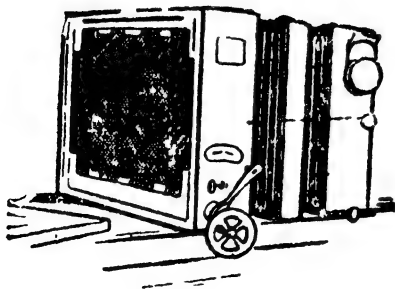
بلاک کِس طرح بناتے ہیں ؟ بلاک بنانے کے لیے پہلے کیمرے سے تصویر لی جاتی ہے ۔ یہ کیمرا بڑا لمبا چوڑا اور بہت وزنی ہوتا ہے ۔ اِس کے اگلے حصّہ میں

مختلف مہین جالیوں میں ایک ہی تصویر کی چھپائی

مختلف مشینوں میں ایک ہی تصویر کی چھپائی

چھپی ہوئی تصویر

نگیٹو (Negative)

لینس اور لینس کے سامنے آئینہ لگا رہتا ہے ۔ آئینہ سے یہ فائدہ ہے کہ تصویر سیدھی ہوجاتی ہے ۔ پچھلے حصّے میں لوہے کا فریم ہوتا ہے ۔ ہاف ٹون کی تصویر لیتے وقت اس فریم میں جالی لگا دیتے ہیں جس سے وہ تصویر چو خانوں میں تقسیم ہوجاتی ہے ۔

کیمرے سے تصویر لینے کے بعد جس شیشے پر تصویر لی ہے اُسے ڈارک روم میں دھوتے ہیں اور پھر اِسے قائم کرلیتے ہیں ۔ اِس شیشے میں تصویر کے سفید حصّے سیاہ اور
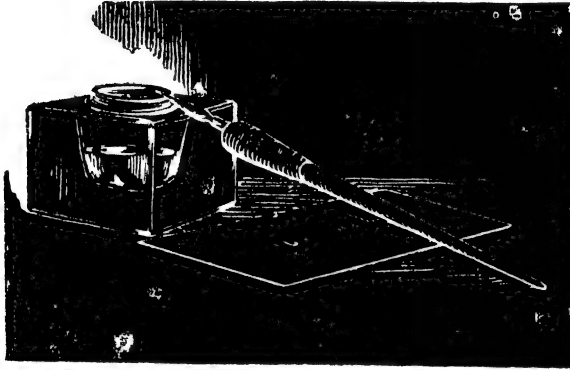
سیاہ حصّے سفید دکھائی دیتے ہیں ۔ ہماری زبان میں اِس شیشے کو نگیٹیو (Negative) کہتے ہیں ۔
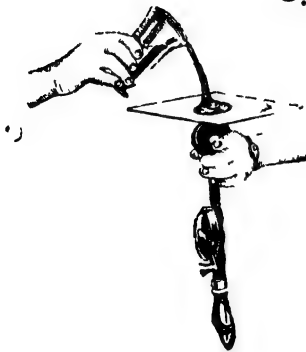
اب اس نگیٹیو کو جست یا تانبے کی تختی پر چھاپتے ہیں اُس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے جست یا تانبے کی تختی کو اچھی طرح سے صاف کرتے ہیں ۔ پھر اُس کی سطح پر چرخی کے ذریعے

ایک خاص قسم کے سلوشن کی تہ چڑھا دیتے ہیں (جس سے وہ تصویر جست پر چھپ جاتی ہے۔)

اب اُس نگیٹیو کو جست کی تختی پر رکھتے ہیں اور دونوں کو فریم میں خوب کس کر دُھوپ یا روشنی میں اکسپوز (Expose) کرتے ہیں اِس طرح روشنی دینے سے تصویر جست پر منتقل ہو جاتی ہے۔
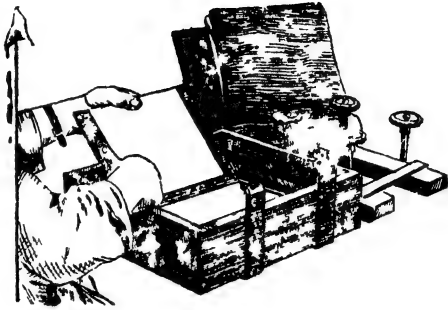
تصویر منتقل ہونے کے بعد جست کو گرم کرتے ہیں گرمی سے سلوشن کی تہ سخت یعنی پکی ہو جاتی ہے۔
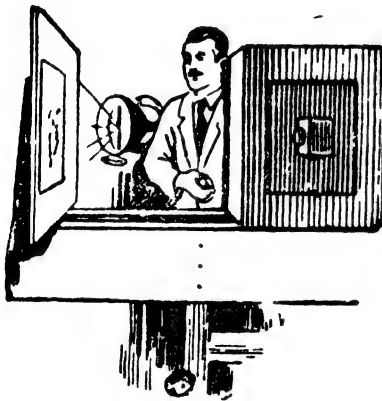
اب اِس پلیٹ کو تیزاب میں ڈال دیتے ہیں۔ تیزاب جست کی اُس سطح کو کھا جاتا ہے جہاں سلوشن کی تہ نہیں ہے۔
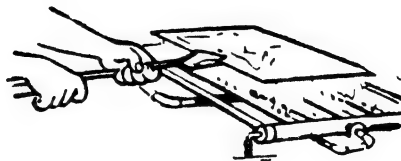
اس کے بعد تصویر کے سیاہ حصوں کو چاک یا سیاہی
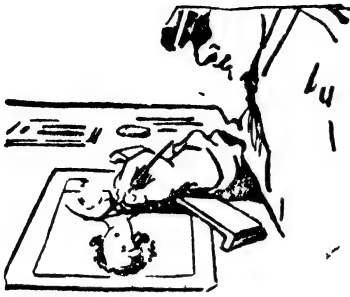
سے بند کردیتے ہیں تاکہ
سیاہ حصّے محفوظ رہیں اور
تیزاب اُن پر اثر نہ کرے۔

اس طرح دو چار مرتبہ
ایچنگ دینے کے بعد سفید

مقامات کے نقطے بالکل مہین
ہوجاتے ہیں اور جہاں ہاف
ٹون ہوتا ہے وہاں اُسی
مناسبت سے نقطے مہین یا
موٹے ہوتے ہیں اور سیاہ
حصّوں پر بالکل موٹے سیاہ
نقطے ہوتے ہیں۔

لیجئے ہاف ٹون بلاک تیّار ہوگیا۔ اب اسے لکڑی پر
چڑھا کر راؤٹنگ وغیرہ کرکے دیجئے چھپنے کے لئے مشین
روم بھیج دیجیے۔

نظری دھوکا

پہلے اپنی داہنی آنکھ ایک ہاتھ سے بند کرلیجیے اور بائیں آنکھ سے سیاہ نقطہ کو غور سے دیکھیے۔ اب آہستہ آہستہ کاغذ کو آنکھوں کی جانب بڑھائیے۔ ۶ انچ کے فاصلے پر صرف نقطہ دکھائی دے گا اور صلیب اُڑجائے گی۔

انگریزی لغت کا ایک صفحہ

پتلون۔ بغیر اِزار بند کا پاجامہ، بے میانی کی اِزار، فرش پر بیٹھنے کا دُشمن۔

کالر و نکٹائی۔ جیتے جاگتے لوگوں کے لیے ریشمی پھانسی، کترن کی اچھی کھپت، چہرے کی سینگ کا دمبالہ

ہیٹ۔ دماغ کے ابخروں کے مرغوں کا ڈابا، پانی پینے کی ضرورت ہو تو کٹورا بنائیے، بھیک کے ٹکڑے رکھنے کی ضرورت ہو تو کچکول بنائیے، گھوڑے کے لیے توبڑا بھی بن سکتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ چپت کی حفاظت اِس سے خوب ہوسکتی ہے۔

کشمیر کی سیر

(مدیر)

یہ تو آپ جانتے ہیں
کہ ہر سال ہم کریں نہ کہیں
سیر کرنے ضرور جاتے ہیں
اِس سال بھی ہم نے اپنے
جیت کے چیف ایڈیٹر صاحب
کے ساتھ کشمیر پر دھاوا بول دیا۔ کشمیر تو آپ جانتے ہیں
دُنیا کا کوئی حصّہ اور ملک کا کوئی خطہ اِس کا مُقابلہ نہیں
کرسکتا۔ گوشہ گوشہ سر سبز، پھل پھول کی کثرت، برفیلے
پہاڑ اور قُدرتی کھیل تماشے، بس ایسا معلوم ہوتا ہے
جنّت میں بیٹھے ہیں۔

ہم حیدر آباد دکن کے اِسٹیشن نامپلی سے ریل پر سوار ہوئے۔
ہماری گاڑی نہایت مستقل مزاج اور دُھن کی پکّی تھی۔ ایک
مال گاڑی رستے میں رستے میں دیکھی جو کسی سے ٹکرا کر
اوندھا مُنہ کیے زمین پر پڑی تھی۔ اِسٹیشن ماسٹر، ڈرائیور
اِنجنیر، فِٹر اور خدا معلوم کون کون کھڑے ہوئے اُس کی مزاج
پرسی کر رہے تھے مگر ہمارا اِنجن برابر منہ اُٹھائے، بھِق بھِق

دھنوا اڑاتا ہوا چلا جارہا تھا ۔ اس نے ہمیں تیسرے روز دہلی پہنچادیا ۔

رات کو دہلی سے فرانٹیر میل پر بیٹھے ۔ فرانٹیر میل کے انجن کے کیا کہنے ہیں ایک قوی ہیکل سرحدی پٹھان کی طرح تھا ۔ اس نے دوسرے روز مع ہمارے تمام سامان کے بخیر و عافیت تمام راولپنڈی پہنچادیا ۔

راول پنڈی سے کشمیر دو سو میل کے قریب ہے ۔ مگر وہاں ریل ویل نہیں ۔ یا تو پیدل جاؤ ، یا ٹٹو اور خچر پر سوار ہوکر چلو یا تانگے اور موٹر پر بیٹھ کر راستہ طے کرو ۔

ہم نے گھبرا کر فال کھولی تو فال میں موٹر نکلا ۔ بس ہم نے ایک کہی نہ دو بسم اللہ کہہ کر اس پر جا ڈٹے اور وہ ہوا کی طرح اڑا ۔ اب جو یہاں سے چلے تو کیا کہنے ہیں جگہ جگہ صاف اور شفاف پانی کے چشمے بہہ رہے ہیں ، دیودار ، چنار اور صنوبر کے گھنے جنگل اگے ہوئے ہیں ، درختوں پر رنگ برنگ کے پرندے

بیٹھے ہوئے ہیں۔ جگہ جگہ اُبشار ہیں ۔ اُبشاروں کی سُریلی اُوازیں ، بہتے ہوئے چشموں کا ترنم ، پرندوں کے چہچہے، سبز مخملی گھاس اُنکھوں میں تراوٹ، دِل میں سُرور ،روح کو تازگی اور جسم میں توانائی پیدا کررہی تھی۔

اب ہمارا موٹر اُڑتا اُڑاتا بارہ مولا جا پہنچا۔ یہاں سے سری نگر کوئی چوبیس میل ہے۔ مگر راستہ ایسا لاجواب کہ تعریف نہیں ہوسکتی۔ سڑک کے دونوں جانب سفیدار کے لمبے لمبے درخت اُسمان سے کھڑے باتیں کررہے ہیں۔ اِن کے سفید سفید تنے اور روپہلی سنہری پتّیاں عجیب لطف دے رہی ہیں۔ کوئی شام کے وقت ہم سری نگر پہنچے۔ یہ کشمیر کی راجدھانی ہے۔ پورے شہر کو دریائے جھیلم گھیرے ہوئے ہے۔ دریا کے دونوں جانب خوبصورت خوبصورت عمارتیں ہیں جگہ جگہ جھیلم کو کاٹ کر رستے نکالے ہیں اور نہروں کا ایک جال سا بچھادیا ہے۔ دریا میں شکارے (کشتیاں) پڑی ہوئی ہیں۔ جسے دیکھو کشتی میں بیٹھا چلا جارہا ہے۔ ایک مکان سے دوسرے مکان میں جائیں تو کشتی میں اور ایک بازار سے دوسرے بازار کو جائیں تو کشتی میں۔

دریائے جھیلم میں بیسیوں ہاؤس بوٹ پڑے ہوئے ہیں گویا یہ پن ہوٹل ہیں۔ اِن میں مسافر ٹھہرتے ہیں اور یہ مسافروں کو لیے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ چکر لگاتے رہتے ہیں مسافرکوجو جگہ پسند آئی بس لنگر ڈال دیا۔ چاروں طرف سامان سے لدی ہوئی کشتیاں سودا سلف بیچتی ہوئی ہرطرف چکّر لگاتی رہتی ہیں۔ اُنکھوں کو ٹھنڈا کرنے یا اِدھر اُدھر مٹر

گشت کرنے کے لیے خوشنما بجرے ، کشتیاں اور ڈونگے کھڑے رہتے ہیں ۔ انھیں کشمیری زبان میں شاکرے کہتے ہیں ۔

یہاں کئی خوبصورت جھیلیں ہیں مگر اِن میں سب سے زیادہ دلکش اور دلچسپ ڈل لیک ہے ۔ اس کے چاروں طرف سبزہ زار بیچ میں ڈل کا بدیر ذخار ۔ اُس میں کہیں تو خوشنما اور رنگین کنول کے درختوں نے ایک جال سا بچھادیا ہے اور کہیں رنگین پھولوں نے ہر طرف قالین سے بچھادئے ہیں ۔

شمیم باغ ، نشاط باغ اور شالامار باغ اسی جھیل کے کنارور

پر ہیں ۔ اِن میں شالامار باغ دیکھنے کے قابل ہے ۔ یہ شہنشاہ جہانگیر اور ملکہ نورجہاں کے مذاق کی رنگین تصویر ہے ۔ خوبصورت پھولوں کی کیاریاں جگہ جگہ صنوبر اور چنار کے درخت ، قدم قدم پر فوارے ، مصنوعی آبشاریں اور جھرنے ۔ بس انھیں دیکھ کر دل باغ باغ ہوجاتا ہے اور خوشی سے پھولا نہیں سماتا ۔

ولائتی چیل

کٹ کٹ کٹاس، کٹ کٹ کٹاس،، کٹ کٹ کٹاس!!!

بیگم ۔ توبہ توبہ اِن مُرغے مُرغیوں نے تو کان کے پردے پھاڑ ڈالے ۔ آخر یہ کیا مصیبت آئی ہے جو مُرغیوں نے سارا گھر سر پر اُٹھالیا ہے ۔

چھمی ۔ اماں جان، ابھی ابھی گھر پر سے ایک بڑی سی چیل اُڑ کر گئی ہے ۔

نوکر ۔ حضور! چھمی بیگم غلط کہتی ہیں۔ چیل نہیں ابھی ابھی ایک ہوائی جہاز اُوپر سے اُڑ کر گیا ہے ۔

بیگم ۔ (چھمی کو سینے لگا کر) میری بچّی کی جانے جُرتی ہوائی جہاز کیا بلا ہے ۔ کبھی اُس کے باپ دادا نے دیکھا تونہ تھا وہ سمجھی کہ چیل ہے یہ جانور پہلے ہوتا کب تھا ، چند روز ہوئے کہ ولایت سے آیا ہے ۔ یہ بھی ایک ولائتی چیل ہے ۔

نواب ۔ (ہنستے ہوئے) اچھا تو ہوائی جہاز آپ کے خیال میں ولائتی چیل ہے۔

بیگم ۔ پھر چیل نہیں تو کیا انسان ہے ؟

نواب ۔ انسان بھی نہیں ہے ۔ جس طرح بجلی کی قوت سے
موٹر پر بیٹھ کر انسان موٹر چلاتا ہے اسی طرح ہوائی
جہاز میں بیٹھ کر آسمان پر اُڑتا پھرتا ہے ۔

بیگم ۔ لو اور غضب سنو ۔ یہ تو چیل سے بدتر ہوا ۔

نواب ۔ یہ کیوں کر! ذرا میں آپ کی سائنس دانی بھی سنوں

بیگم ۔ سائنس دانی پھائنس دانی میں کچھ نہیں جانتی ہوں
کہ جب مردوا اُس میں بیٹھ کر شہر بھر کی کنواری اور
بیاہی بہو بیٹیوں کو دیکھتا پھرے گا تو جو کوئی اُسے
پسند آئے گی ۔ آنکھ بچا کر ایک جھپٹے میں چیل کی
طرح لے کر آسمان پر ہوا ہو جائے گا ۔

نواب ۔ جی! یہ اگلا زمانہ نہ باشد ۔ یہ انگریزی حکومت ہے ۔
ایسا بھلا کہیں ہو سکتا ہے ۔

بیگم ۔ اجی اگلے زمانہ میں پریاں اُڑن کھٹولوں پر بیٹھ کر
گھروں میں آتی تھیں اور گلفام کو اُڑا لے جاتی تھیں ۔
انگریزی حکومت میں اس کا نام ہوائی جہاز رکھا
گیا ہے ۔

نواب ۔ تم جاہل ہو! تم سے کون بکتا رہے ۔

بیگم ۔ ہم جاہل ہیں کہ تم ۔ امانت کی اندر سبھا تم نے پڑھی
بھی ہے کہ نہیں ۔ تم سے تو ہم جاہل ہی اچھے کہ
پرستان کا تو حال جانتے ہیں ۔

ناظم صاحب کی جھونپڑی

---:o:---

مولوی محمد حسین صاحب جعفری سابق ناظم تعلیمات نے اپنے نظامت تعلیمات کے زمانے میں جز معاش مدرسین کی خاطر اپنے لئے نمونے کی ایک جھونپڑی بنوائی تھی۔ یہ نہایت صاف ستھری سادی اور سستی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی مدرسین نے کرائے کے مکان چھوڑ کر اُسی قسم کی جھونپڑیاں تیار کرلیں اور اُن میں آرام سے رہنے سہنے لگے۔ چند روز کے بعد جب کچھ روپیہ ہاتھ لگا تو جھونپڑی سے جھونپڑا اور جھونپڑے سے پختہ گھر بن گیا ' جناب جعفری صاحب کی جھونپڑی کو دیکھ کر ایڈیٹر جیت کو بھی جوش آیا اور بجائے جھونپڑی کے چند بیت بنا ڈالے۔ وہ آپ بھی سن لیجئے۔

نمونے کا گھر

بنایا تھا لقمان نے گھر ایسا
کہ جو جھونپڑی کی طرح مختصر تھا
کسی شخص نے اُن سے یہ جاکے پوچھا
بنایا مکاں تم نے کیوں اِتنا چھوٹا
کہا زندگی اپنی خود مختصر ہے
گزارے کو کافی سے زاید یہ گھر ہے

بظاہر ہیں دیوار و در اِس کے چھوٹے
مگر مرتبہ اِس کا پوچھو جو مجھ سے
تو مری نظر میں یہ چھپر کے تنکے
بلندی میں ہیں قصر کسریٰ سے اونچے

اِسی گھر نے خانہ بدوشی مٹائی
اِسی نے تمدن کی بستی بسائی

بنایا درندوں نے غاروں میں مسکن
سنبھالا چرندوں نے صحرا کا دامن
پرندوں نے شاخوں پہ باندھے نشیمن
غرض یہ کہ ہر جانور کا ہے مسکن

مگر حیف آتا ہے اُس جانور پر
بنایا نہ گھر جس نے دنیا میں رہ کر

گھروں میں کرائے کے رہ کر گزارا
کرائے پر بھرتے رہے ہم کرایا
غرض روپیہ خوب ہم نے گنوایا
مگر جھونپڑا اک نہ ذاتی بنایا

رہے بے گھرے سچ تو یہ ہے سدا وہ
رہے آخری تک یوں ہی بے نوا وہ

عمارت اگر لمبی چوڑی بنائی
رقم قرض لے لے کے اُس میں لگائی
تو واللہ مثل ہم پہ صادق یہ آئی
کہ دمڑی کی بڑھیا ٹکا سر منڈائی

یقین ہے کہ مالک نہ اُس میں بسے گا
مہاجن کے قبضے میں وہ گھر رہے گا

کفایت اگر چاہتے ہو تو آو
نمونہ کا گھر آکے تم دیکھ جاو
اُسے اپنے احباب کو بھی بتاو
پھر اپنا بھی چھوٹا سا اک گھر بناو
جو چھوٹا سا اک جھونپڑا بے ضرر ہو
بھلے اُس محل سے کہ جس میں خطر ہو

یہ حیدراباد ہے

—:o:—

تنگبھدرا پروجکٹ

۲۸ ۔نومبر ۱۹۴۵ع کو منیراباد کے اسٹیشن پر بڑی چھل پہل تھی کیونکہ ہز ہائنس شہزادہ برار تنگبھدرا پروجکٹ کے یادگاری کتبہ کی نقاب کشائی کیلیے تشریف لا رہے تھے اور گرد و نواح کے تمام مواضعات کے باشندے ہزہائنس کا خیر مقدم کرنے کے لئے اس چھوٹے سے اسٹیشن پر جمع ہو گئے تھے ۔ تنگبھدرا پروجکٹ کی تعمیر میں حکومت سرکار عالی جو رقم صرف کرےگی اس کا تخمینہ ۲۰ کروڑ روپے ہے اور اس میں آب پاشی کے لئے نہروں کی تعمیر اور برقابی کے حصول کی اسکیمیں بھی شامل ہیں ۔ بند مکمل ہوجانے کے بعد ۱۲۰۲۸۳ ملین کیوبک فیٹ پانی ذخیرہ کیا جاسکیگا جس کا انتہائی پھیلاو ۵۰ میل سے زیادہ ہوگا ۔ تنگبھدرا پروجکٹ ۷ سال میں مکمل ہوگا اور ممالک محروسہ سرکارعالی اور صوبہ مدراس کا پانچ پانچ لاکھ ایکڑ سے بھی زیادہ رقبہ اس سے سیراب ہوسکے گا اور اس کی وجہ سے قحط کا وہ دائمی اندیشہ دور ہوجائے گا جو ان اضلاع کے باشندوں کو ہمیشہ پریشان رکھتا ہے ۔

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرِیھَا وَ مُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّی لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

یہ منارہ تنگبھدرا کے خزانۂ آب کے قیام کے موقعہ پر اس دیرپا عقیدت و دوستی کی یادگار میں تعمیر کیا گیا ہے جو مدراس اور حیدرآباد کی حکومتوں اور رعایا کے مابین قائم ہے ۔ خدا کرے کہ اس کا پانی ان علاقوں کی رعایا کیلئے امن و دولت کی نعمتین مہیا کرے جسے وہ سیراب کریگا ۔

جنرل والا شان ہزہائنس نواب سر اعظم جاہ بہادر پرنس آف برار جی ۔ بی ۔ ای نے آج بتاریخ ۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۴ ہجری اس یادگار کی نقاب کشائی فرمائی فقط

۲۸ ۔ فبروری سنہ ۱۹۴۵ء ۲۷ فروردی سنہ ۱۳۵۴ ف

یہ ماہنامہ حسبِ منظوری مجلسِ عاملۂ
اغراضِ جنگ فنڈ حیدرآباد دکن
پرنسپل سجّاد مرزا صاحب ایم۔اے
و بہ ایڈیٹری
مرزا عصمتِ اللہ بیگ صاحب
خیریت آباد حیدرآباد دکن سے ہندستانی فوج کے لیے
اِنتظامی پریس میں طبع کرکے شایع کیا گیا۔
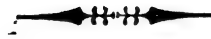
قیمت سالانہ ۴ روپیے معہ محصول ڈاک (ہندستان کے لیے)

فی پرچہ.. ۶ آنے

دفتر "جیت"

خیریت آباد (حیدرآباد دکن

ANNAS
6

JEET

THE HYDERABAD-DN.
WAR MAGAZINE
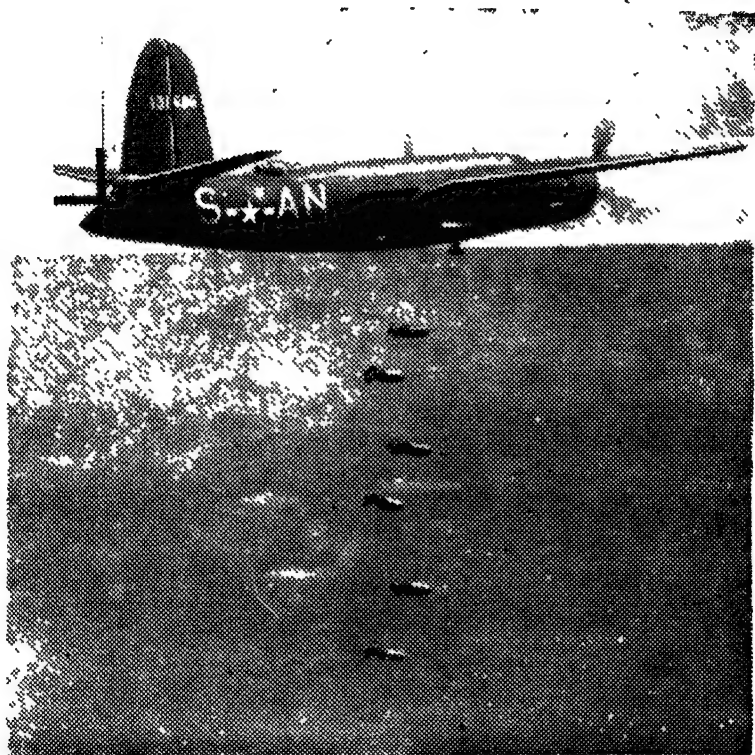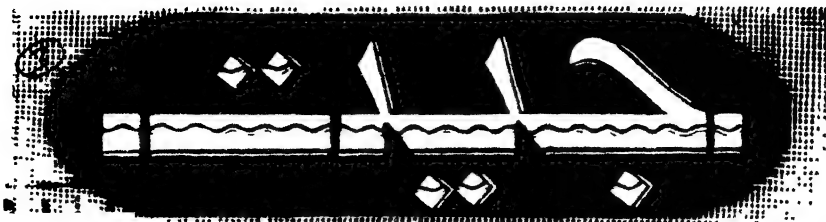
حیدرآباد کا ماہانہ فوجی رسالہ

حیدرآباد کا فوجی رسالہ

سال ۳ | ماہ مہر ۱۳۵۳ف م ماہ ستمبر ۱۹۴۴ء | جلد ۱

ہز ہائینس شہزادی صاحبہ برار، ارزاں غلّہ فروشی کی دوکان کا افتتاح فرما رہی ہیں ۔
شہزادی نیلوفر فرحت بیگم صاحبہ دائیں جانب ہیں ۔

ہز ہائینس والا شان شہزادۂ برار ایک میدانی کلاس کا معائنہ فرمارہے ہیں

عید مبارک
کہہ رہا ہے ہر شخص خوش ہو کر مسلمان
الوداع ہو گیا ماہِ رمضان
عید کا دن تمھیں مبارک ہو
اور مبارک ہو عید کی خوشیاں

ہمارا تیسرا سال

از جناب پرنسپل سجاد مرزا صاحب

فوجیوں کے ماہانہ رسالۂ جیت نے اپنی زندگی کے دو سال بخیر و خوبی ختم کرکے تیسرے سال میں قدم رکھا ہے۔ گزشتہ سال جیت کی زندگی میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جیت نے سپاہیوں کی ذہنی چستی دماغی تازگی اور حیدرآباد کی یاد تازہ رکھنے اور بہادروں کا دل بڑھانے میں جو حصّہ لیا اُس کے صلے میں اِسے تا ختمِ جنگ جاری رکھنے کا مجلسِ عاملہ اغراضِ جنگ فنڈ حیدرآباد دکن نے فیصلہ کیا اور علاقہ انگریزی سے بھی اِس کی قدر افزائی کی گئی۔ کیپٹن پی، بی ایرا ٹون افسر

اے، سی۔ ای۔ ایس ڈپو بمبئی نے مرزا عصمت اللہ بیگ صاحب ایڈیٹر جیت سے اِس رسالے کی فوج میں زیادہ اشاعت کے بارے میں گفت و شنید کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی اور بعد ملاقات جیت کو انگریزی فوج میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں تقسیم کرنے کے لیے اِنتظامات شروع ہوگئے۔

ہندوستان خصوصاً خطۂ پنجاب سے کئی ماہوار اور ہفتہ وار رسالے اور اخبار محض فوجیوں کے لیے شایع کیے جارہے ہیں لیکن اِن میں جس قسم کے مضامین اور اشتہارات طبع ہوتے ہیں اُن سے شہوانی قوت میں شاید تحریک ہوتی ہو لیکن شریفانہ جذبات کو ضرور ٹھیس لگتی ہے۔ اِن بازاری اور بد مذاق مطبوعات کے مقابلے میں جیت کا شستہ مذاق، سادہ زبان اور عام معلومات نہ صرف دلچسپی بلکہ قابلیت کے اضافے کا باعث ہیں اور ہمیں بڑی مسرت ہے کہ ہم جس پالیسی پر قائم ہیں اُس کی قدر افزائی کی جارہی ہے۔ جیت کے سرپرست اور بانی عالیجناب نواب صمد یار جنگ بہادر اور عالیجناب نواب مہدی نواز جنگ بہادر کی جتنی بھی تعریف و توصیف کی جائے وہ کم ہے۔ کیونکہ اُن کی رہنمائی اور

نواب صمد یار جنگ بہادر

نواب مہدی نواز جنگ بہادر

گہری دلچسپی کی وجہ سے اُس نے اپنی حیثیت قائم کرلی ہے۔ ادارۂ جیت نواب صاحبان ممدوح اور جملہ ارکانِ مجلسِ عاملہ اغراض جنگ فنڈ حیدرآباد کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے۔

ہندوستان میں کسی رسالے کا اچھا چھاپنا اور اُس کے لیے موزوں کاغذ فراہم کرنا مشکل ہوتا جارہا ہے۔ بہر حال ٹائپ اور لیتھو دونوں رسالے چھپے اور بُرے نہیں چھپے۔ ہماری کوشش ہے کہ یہ رسالہ بالکل ٹائپ ہی میں نکلا کرے۔ دیکھیے ہماری یہ آرزو کب پوری ہوتی ہے۔ رہا کاغذ کا مسئلہ تو خدا بھلا کرے سرپور پیپر ملز اور اُس کے بانی اور منتظمین کا کہ وہ ہماری دستگیری کرتے رہتے ہیں۔ اُن کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے وہ کم ہے۔

آخر میں مرزا عصمت اللہ بیگ ایڈیٹر اور شیخ سمیع اللہ صاحب مینجر کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے میں اِن دونوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ وہ اپنی متفقہ کوشش سے جیت کو زیادہ دلچسپ اور دلکش بناتے ہوئے اِس کو بر وقت شایع کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

سجاد مرزا
نگراں کار رسالہ جیت

شطرنج کا کھیل

جنگ جیتنے کے لیے | جیت | پڑھیے
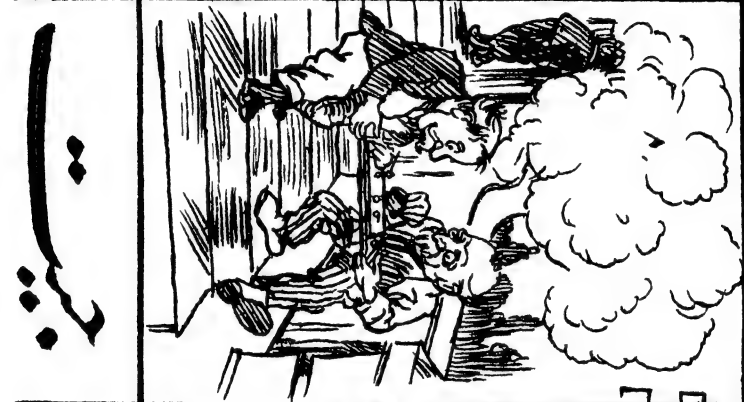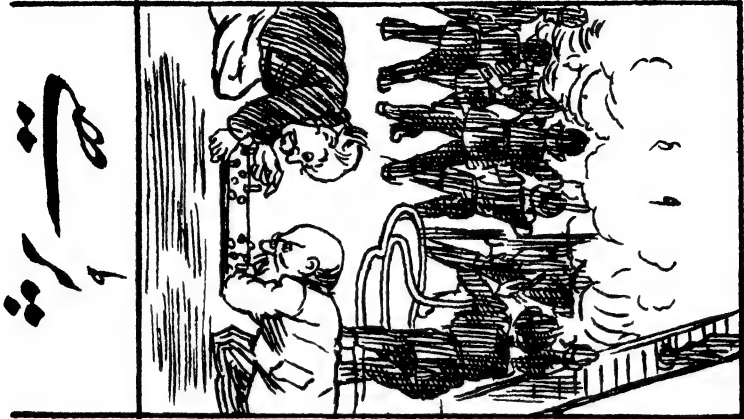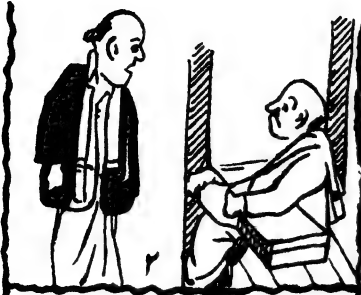
اپنا بکس ہٹائیے
ہوا کھائیے
بکس نیچے رکھیے میں بیٹھوں گا۔
یہاں جگہ نہیں ہے!
بکس ہٹاؤ
بہت اچھا صاحب! آئیے یہاں بیٹھیے

اب کیا ہوگا
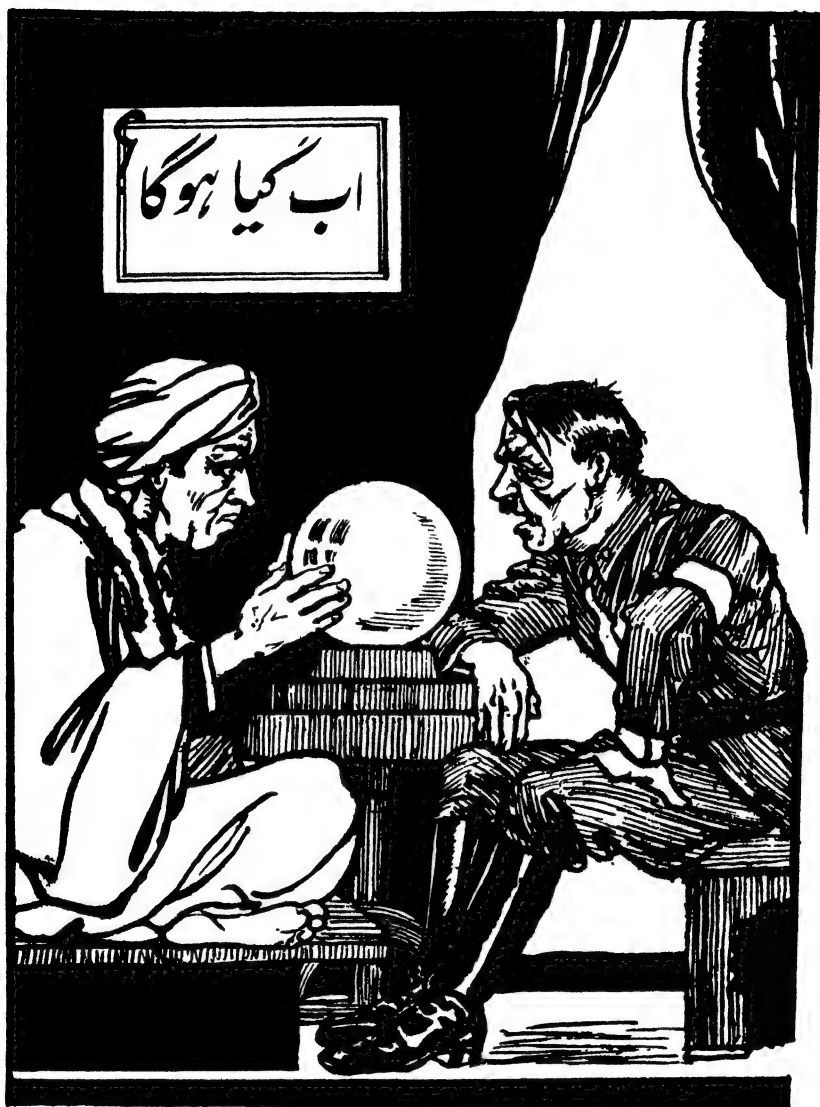
رنگیلا بڈھا

از جناب بی۔ اے صاحب

ایک روز کا ذکر ہے کہ ہم کھانا وانا کھا کر رات کے وقت اپنے بستر پر کروٹیں بدل رہے تھے کہ صدائے بے ہنگام کان تک پہنچی اور ہم چونک پڑے۔ معلوم ہوا کہ کوئی برات بڑے دھوم سے جارہی ہے۔ پھر کہاں ضبط تھا۔ فوراً چار پائی سے کود ایک سانس میں وہاں پہنچے۔

کیا دیکھتے ہیں کہ سیکڑوں آدمیوں کا مجمع ہے، بڑا جلسہ ہے روشنی ہے، باجہ ہے۔ کہیں ڈم ڈم کہیں ڈھل ڈھل غرض کہ ہر قسم کے باجے موجود۔ روشنی ایسی کہ سبحان اللہ بیسیوں جھونپڑیوں کے چھپّر برات کے نذر ہوگئے۔ جب زیادہ غور کیا اور آنکھیں پھاڑ کر دیکھا تو اس ہولی کے سوانگ میں ایک سواری نظر آئی جس کے ساتھ ساتھ

خدا جھوٹ نہ بلائے تو پانسو لڑکا ہوگا۔

دریافت کرنے کے بعد پتا چلا کہ انھیں بڑے میاں کی برات جارہی ہے جو اس وقت ٹٹّو پر بیٹھے ہوئے بیچ مجمع میں چلے جارہے ہیں۔ بڈّھا اپنے کینڈے کا نرالا تھا اور نئی چال کا تھا۔ ایک ڈیڑھ آنے والے نیلامی ٹٹو پر مینڈک کی طرح بیٹھا تھا۔ ٹٹو خاص نمونے کا تھا۔ بس

سمجھو کہ دُمدار ستارہ تھا۔ صرف اس کی دُم ہی دُم دکھائی دیتی تھی۔ پچھلی ٹانگوں کی یہ کیفیت تھی کہ ایک ٹانگ قطب شمالی کو تو دوسری ٹانگ قطب جنوبی کو پہنچی تھی۔ مگر بڈّھا اس پر اِس شان سے بیٹھا تھا کہ دیکھنے والے آفریں کہہ اٹھتے تھے۔

خدا خوش رکھے محلّے والوں کو کہ انھوں نے اِن کی

شادی میں بڑی دلچسپی لی تھی ۔ ہزار دو ہزار چندہ جمع کیا تھا اور اُن بوڑھے حضرت کو اِس بڑے مرتبے پر پہنچایا تھا۔ اُن کے سر پر سُرخ پگڑی مزہ دے رہی تھی۔ جامہ سہرا، کھنا غرض یہ کہ تمام سامان سے لیس ۔ کمر میں پٹکا بندھا ہوا تھا۔ آگے آگے ناچ ہورہا تھا اور لڑکے اپنے اپنے فرائض میں سرگرم تھے : کچھ تو تالیاں بجارہے تھے، کچھ اُن پر مٹی، دھول اور خاک نچھاور کررہے تھے، کچھ ٹٹو کو ہانکنے میں لگے ہوئے تھے، کچھ اُسے چابک ماررہے تھے اور کچھ اس کا پیٹ پکڑ کر آگے کھینچ رہے تھے ۔ سواری آہستہ آہستہ اِس شان وشوکت سے بڑھی چلی جارہی تھی اور لوگوں کا مجمع بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

ہم بھی ساتھ ہوگئے، اُنھیں خوب پھرایا، خوب گشت کرایا، یہاں تک کہ شہر کے ہر گلی کوچہ پر سے اُسے صدقے کیا، ہر گھڑی میں ٹٹو کو پانی پلایا ۔ مختصر یہ کہ رات بھر دھما چوکڑی رہی ۔ اور صبح ہوتے ہوتے بخیرو عافیت تمام اُنھیں ان کے گھر پر پہنچا دیا۔

شیخ صاحب آپ کو چندیا کھجانا چاہیے

از جناب ٹٹو صاحب

موٹے موٹے اشک آنکھوں سے بہانا چاہیے
سامنے اُن کے محبت یوں جتانا چاہیے

اُس نے یہ کہہ کر جمادی ٹیپ سر پر زور سے
شیخ صاحب آپ کو چندیا کھجانا چاہیے

عشق کا ٹٹو کیا کرتا ہے سیپوں رات دن
حسن کے میدان میں اُس کو چرانا چاہیے

شیخ صاحب بھول جائیں بھاؤ آٹے دال کا
آج اُن کی اِس طرح دُرگت بنانا چاہیے

بے گھرے کب تک رہیں گے حضرتِ اُلو بیے
گو نسلا آخر کہیں اپنا بنانا چاہیے

بھول جائیں حضرتِ ٹٹو دولتی کی اُچھال
اِس طرح معشوقیوں کو آزمانا چاہیے

ڈراؤنا خواب!

گالیاں

از

جناب مویشی صاحب

دُنیا میں مشکل سے کوئی ایسا آدمی ملے گا جسے گالی دینا نہ آتی ہو۔ جہاں جاؤ آپ گالی سُن لو اور جہاں چاہو گالیاں کھالو۔ بڑے سے لے کر بچّہ تک اور لکھے پڑھے لوگوں سے لے کر بُدھو نفر تک گالیاں دینے میں مشّاق ہیں۔

یہ گالیاں کس نے ایجاد کیں؟ پتا نہیں مگر کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کو گالیاں دینے میں کمال حاصل تھا۔ اُن میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ ایک مرتبہ اُن کی زبان سے جو گالی نکلتی تھی پھر دوبارہ وہ اُن کی زبان پر نہیں آتی تھی۔ افسوس ہے کہ اُس پائے کے لوگ اب دُنیا میں نہیں رہے اور جو ہیں اُنھیں زمانہ مٹاتا چلا جا رہا ہے۔

گالیوں کی بھی قسمیں ہیں ۔ اُن میں سے ماں باپ اور اُستاد کی گالیوں کا ذکر ہی کیا ہے وہ تو برکتوں کا خزانہ ہیں ۔ اس کے بعد وہ گالیاں ہیں جو بادشاہوں، امیروں اور نوابوں کی زبان سے کسی خوش نصیب آدمی کو مل جاتی ہیں ۔ جس کو گالی پڑی وہ سمجھو خوشحال اور مالا مال ہوگیا ۔ فقیروں اور مجذوبوں کی گالی کا تو کیا پوچھنا ہے ۔ ممکن ہے کہ اُن کی بدولت ہی بیڑا پار لگ جائے۔ دیوانوں، پاگلوں اور چھوٹے موٹے لوگوں کی گالیوں کا تو کوئی اثر ہی نہیں لیتا ۔ رہیں بچّوں کی گالیاں تو اُنھیں تو بڑے بڑے لکھے پڑھے، مہذّب اور سمجھدار لوگ بھی سُننے کی تمنّا کرتے ہیں ۔ اب رہی ایک برابر والے کی گالی تو بس معلوم ہوا کہ اِن تمام قسم کی گالیوں میں سے صرف ایک ہی گالی ایسی ہے جو بُری سمجھی جاتی ہے ۔ بس اِتنی سی بات تھی جسے افسانہ کردیا ۔

یہ سُن کر آپ کو تعجب ہوگا کہ گالیاں تو تقریباً ہر زبان میں ہیں مگر ماشا اللہ سے ہماری اُردو زبان میں جو گالیوں کا زور ہے وہ دنیا کے کسی زبان میں نہیں ہے ہم مثال کے طور پر چند گالیاں لکھتے مگر اس کی ضرورت اس لیے نہیں سمجھتے کہ اُن سے آپ خود واقف ہیں ۔

بھونچال کی ہمشیر تھی ظالم کی نظر بھی
جھگڑا ہے ذبیحہ کا نہ جھٹکے کا بکھیڑا
بازار میں پھرتا ہے لیے خنجرِ غمزہ
جب میں نے کہا مرتا ہوں میں تیری ادا پر
معشوق کی نظروں سے برستے ہیں وہ گولے
ہے ڈاکٹر اس عہد میں معجونِ مرکب

اُف کہہ کے گرا قلعۂ دل قصرِ جگر بھی
اے اہلِ وطن خوب ہے صاحب کا ڈنر بھی
ظالم ذرا لائسنس کے قانون سے ڈر بھی
کس ناز سے کہنے لگا ظالم کہیں مر بھی
اُن سے نہیں واقف ابھی ہٹلر کا پدر بھی
اک نقطے کے آغوش میں ہے ڈاک بھی ڈر بھی

میکش تو زمیں پر ہے مگر تیغ کے نیچے
گھوڑا بھی ہے ہاتھی بھی ہے ٹٹو بھی ہے خر بھی

چائے مفید ہے یا قہوہ

از جناب سید احسان علی شاہ صاحب
نظامیہ ہوٹل

چائے اور قہوے کے پینے والوں میں بڑے زمانے سے یہ بحث چلی آ رہی ہے کہ چائے اچھی چیز ہے یا قہوہ۔ کہتے ہیں کہ ایران کے ایک حاکم نے اِس کا فیصلہ عجب طرح کیا۔ اتفاق سے دو بھائی جو جڑواں پیدا ہوئے تھے اُنھیں قتل کا حکم دیا گیا۔ حاکم نے اُن کا قتل روک دیا اور حکم دیا کہ ان دونوں میں سے ایک کو تو ہر وقت چائے پلائی جائے اور دُوسرے کو قہوہ دیا جائے۔ ایک بھائی تو دِن بھر بیٹھا ہوا چائے

پیتا رہتا تھا اور دوسرا قہوہ نوش کرتا رہتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چائے پینے والا آدمی ۹۳ برس کی عمر میں مرا اور قہوہ پینے والے کا اُس کے کوئی ایک دو سال پہلے انتقال ہوگیا۔ تب سے ایران کے لوگوں کو خیال ہوگیا کہ چائے سے عمر بڑھتی ہے۔ اس لیے وہ چائے کثرت سے پیتے ہیں۔

معمّا نمبر ۵ کا صحیح حل

	ں	۴ و	ہ	ا	۳ و	۲ ت	۱ ا
۶ ص		ی			ط	و	۵ ر
و	۹ ی		۸ ح		ن	ج	۷ ا
ر	ت	و	۱۱ ب			ی	۱۰ و
ت	خ		ش	۱۳ و	۱۲ ہ		ے
	س	۱۵ ک		ہ		۱۴ خ	
		ر			ر	ا	۱۶ م
ی	ر	و	ر	ض		۱۸ م	۱۷ ہ

شلجم

شلجم کئی قسم کے ہوتے ہیں، سفید، گلابی، زرد، سبز اور اُودا۔ گلابی شلجم عام طور پر استعمال کرتے ہیں مگر کہتے ہیں سفید سب سے زیادہ مفید ہے۔ شلجم کو پتّوں کے ساتھ پکانا چاہیے۔ اِن میں کیلسیم ہوتی ہے جو خون، ہڈیوں اور دانتوں کے لیے بہت فائدہ مند ہے۔ ذیابطس کو بھی بہت فائدہ پہنچاتا ہے۔ اگر ہڈّیاں نرم ہوگئی ہوں۔ تو شلجم کے سبز پتّوں کا رس پیتے ہیں۔ آنکھیں کمزور ہوں تو شلجم کے پتّوں کا رس اور گاجر کا رس ملاکر صبح اور شام پیجیے آپ دیکھیں گے کہ چند روز میں آنکھیں شلجمی ہوجائیں گی۔
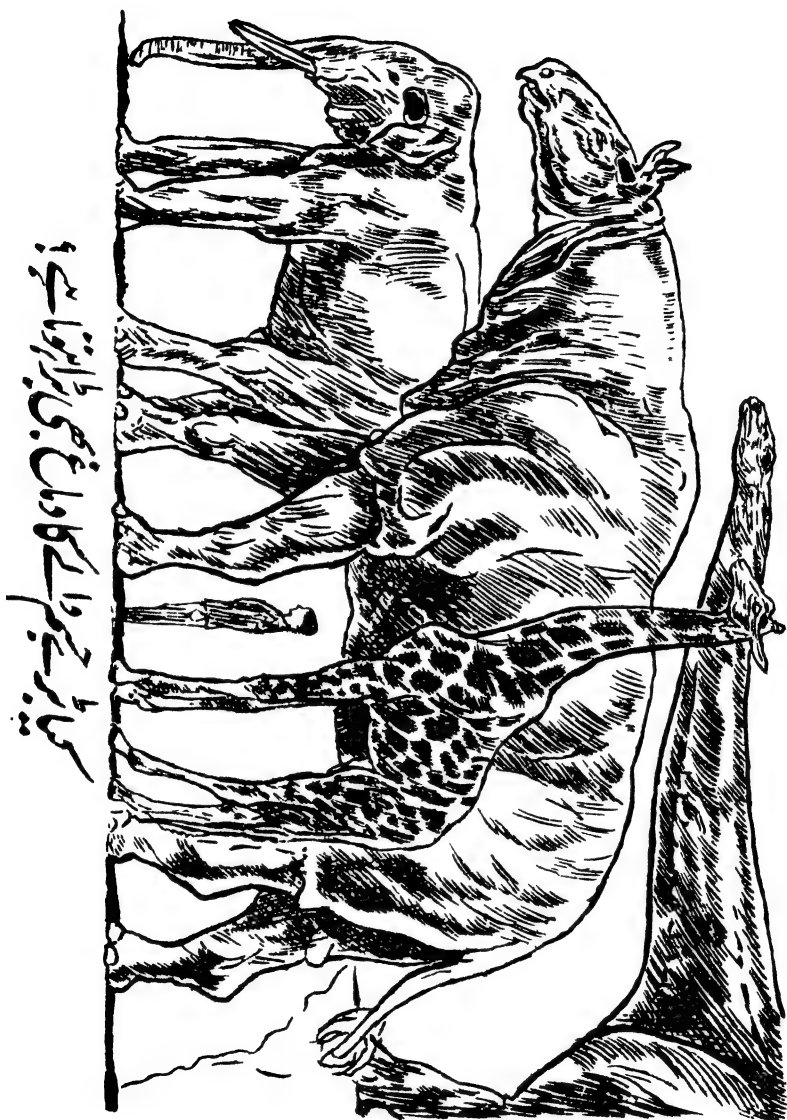
کیا بڑے جسم والے کا دماغ بھی بڑا ہوتا ہے؟

بڑھاپے کی شادی

کرتا ہے بڑھاپے میں جو بڑھا بی بی

بی بی ہے میاں بیٹھا ہے میاں گویا بی بی

کیا ناچ نچاتی ہے اُسے تیکھی کا

مانا یہ مداری ہے بندریا بی بی

شادی کا اشتہار

بَر کی ضرورت

لڑکی نہایت حسین، شریف الخاندان اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ نہایت شوقین اور سلیقہ مند ہے۔ بال بنانے، بناؤ سنگھار کرنے اور پوڈر لگانے میں کمال حاصل ہے۔ ریڈیو اور گرافون کا اس قدر شوق ہے کہ، دن کا زیادہ حصہ اسی مشق میں گزر جاتا ہے۔ ہارمونیم، پیانو، ستار، اور طبلہ بجانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ لڑکی کو علمی کاموں سے گہری دلچسپی ہے اس لیے گھر کے کاروبار میں اپنا قیمتی وقت صرف کرنا نہیں چاہتی۔ لہٰذا کھانے پکانے کا انتظام خود شوہر کو کرنا پڑے گا۔ مختصر یہ کہ لڑکی نہایت سلیقہ شعار، تجربہ کار اور بڑی لکچرار ہے۔ آنکھوں پر عینک لگاتی ہے تاکہ مردوں کی فطرت

کا مطالعہ اچھی طرح کرسکے۔ غرض یہ کہ آپ شادی کریں گے تو خود واضح ہوجائے گا۔ مشک وہ ہے جو کہ خود بُو دے نہ کہ عطّار منہ سے بولے"

———— انڈین میرج کمپنی لمیٹڈ ۲۱۲۲

جملہ خط وکتابت رسالہ جیت کے پتہ سے کیجیے

حکومت کے بانڈ خریدو !
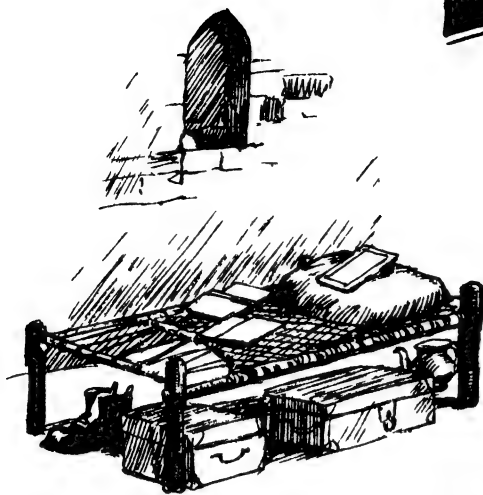
میری چار پائی

از جناب دہری دہانوی صاحب

اے چار پائی! اے میری چھوٹی سی سمٹی ہوئی دُنیا۔ تو میری کیسی ہمدرد ہے۔ جب میں دن بھر کی محنتوں سے تھک کر، شام کو بد حواس ہو کر تجھ پر گرتا ہوں اُس وقت تُو کس قدر خوشی سے چر چرا کر میرا خیر مقدم کرتی ہے۔ میں تجھ پر کروٹیں بدلتا ہوں اور تو میری ہر کروٹ پر اپنی خاص زبان میں میرا مزاج پوچھتی ہے۔

اے بانس کی بنی ہوئی اور بان سے بنی ہوئی چار پائی! تو کتنی نیک ہے۔ تو مجھے تمام رات اپنی گود میں لیے میٹھی نیند سلاتی ہے۔ اے میری چار پائی! تُو میری چھوٹی سی دنیا ہے۔ تجھ پر میرا بستر ہے۔

تکیے ہیں — تکیوں کے نیچے کتابیں ہیں۔ پنسل ہے، آئینہ ہے، سرمہ دانی ہے، کاغذ ہے۔ پیسے ہیں، ایک کھوٹا روپیہ ہے، جیت کا رسالہ ہے۔ تصویریں ہیں اور بہت سی چیزیں ہیں — تیرے نیچے طشت ہے، اگالدان ہے۔ کپڑوں کا بکس ہے اور سب کچھ ہے۔ میں تجھ پر سوتا ہوں، تجھ پر لکھتا ہوں، تجھ پر پڑھتا ہوں، تجھ پر بیمار پڑھتاں ہوں اور اچھا ہوتا ہوں۔

میری اچھی چار پائی نہ چر چرا، تو بڑی اچھی ہے، اے میری پیاری چار پائی۔
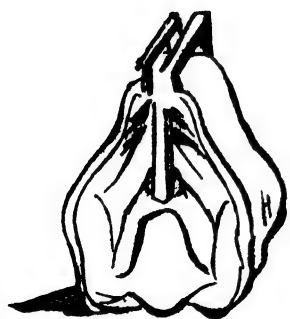
خالی پیٹ روتی صورت
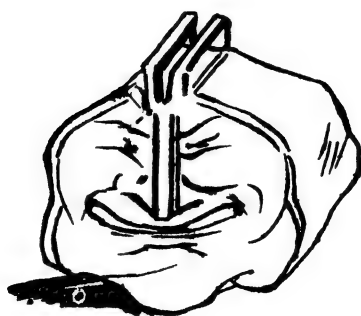
بھرا پیٹ ہنستی صورت
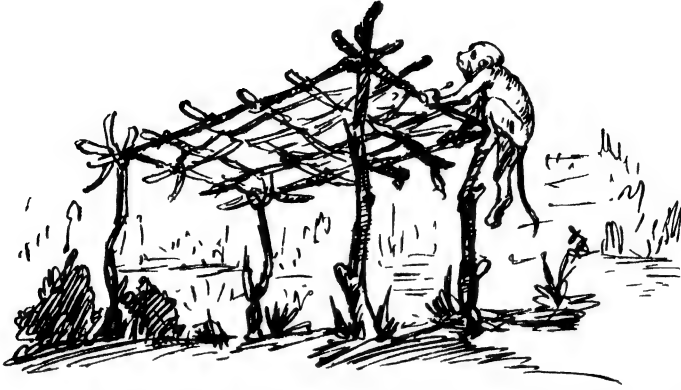
میری ٹوٹی مچان ہے پیارے

از جناب شریر صاحب

میرا کچا مکان ہے پیارے — پھوس کا سائبان ہے پیارے

کس لیے کھینچ تان ہے پیارے — چارپائی کا بان ہے پیارے

کوئی شیریں ہو یا کہ لیلیٰ ہو — تیرا ہی خاندان ہے پیارے

رکھیے اس پر ذرا سنبھل کے قدم — میری ٹوٹی مچان ہے پیارے

تو بھی اس وقت ہند میں اے شریر

شاعر نوجوان ہے پیارے

معمّا نمبر ۵

۱ ا	۲ ٹ	۳ و	ا	۴ ه	و	ل	■
۵	و		■	■		■	۶
۷ ا	ن		■	۸	■	۹ ی	ر
۱۰	ی	■	■	۱۱ ب		ت	ر
ے	■	۱۲	۱۳ و	ش	■		ت
■	۱۴	■		■	۱۵		
۱۶ م	ا		■	■			■
۱۷	م	■	۱۸ ض	ر	و	ر	■

اشارے

دائیں سے بائیں

۱۔ اِس کو اُس کان سنو اُس کان اُڑا دو۔

۵۔ کوئی انسان ایسا نہیں جو کسی نہ کسی ..... پر اس جنگ کا اثر محسوس کرتا ہو (اُلٹا)

۷۔ فاشیت، نازیت اور جاپان کی غدارانہ ہوس کو اتنے گہرے گڑھے میں دفنا دو کہ وہ پھر دنیا کے لیے عذاب ...... بننے کے لیے کبھی نہ اُبھر سکیں۔ (بے ترتیب)

۱۰۔ اس جنگ کا دنیا کی آبا..... پر ضرور اثر پڑے گا۔

اوپر سے نیچے

۱۔ کمزور..... والا عام طور پر غیر مستقل مزاج ہوتا ہے۔

۲۔ روس کے بہادروں نے جرمنی کی اس طاقت کو بہت کمزور کر دیا ہے۔

۳۔ ..... کو آج میری نوجوانی کی ضرورت ہے
...... کو آج میری زندگانی کی ضرورت ہے

۴۔ وہ نشانی جس نے دنیا میں ہل چل پیدا کر دی۔

۵۔ اپنا بھید سے ..... ظاہر نہ کرو۔

۱۱۔ جرمنی کی مالی حالت پہلے سے ... ہو گئی

۱۲۔ انتہائی اس میں بھی بعض وقت بنا بنایا کام بگڑ جاتا ہے۔

۱۵۔ آجکل ہر ... ونا کس جنگ کے متعلق گفتگو کرتا نظر آتا ہے۔

۱۶۔ مثل مشہور ہے کہ اس سے بھوت بھی بھاگتا ہے۔

۱۷۔ جاپانی کہتے ہیں کہ ہمارے دوست بن جاؤ اس وقت تک ... تمھارے گھر میں داخل نہ ہو جائیں

۱۸۔ ہر ہندستانی کے لیے ...... ہے کہ وہ اپنے ملک کے لیے جان اور مال کی قربانی کرے۔

۸۔ مسولینی یہاں کے وطن پرستوں کو غلام نہ بنا سکا۔

۹۔ افسر کی یہ کبھی کبھی بہادر سپاہی کا دل توڑ دیتی ہے۔ (الٹا)

۱۳۔ ہم، تم اور ...

۱۴۔ یہ ایک ایسا خیال ہے کہ جرمنی روس کو ہرا دے گا۔

۱۵۔ آج کل جو کچھ .... سوچ سمجھ کر ....

۱۶۔ تاب ہو یا نہ ہو یہ ہی رہے گا۔

نیچے کی دو تصویروں سے ایسا نام بنتا ہے جس کے معنی مرغ لڑانے والے کے ہیں۔

جواب صفحہ ۸۳ پر دیکھیے

سوغات کے پارسل
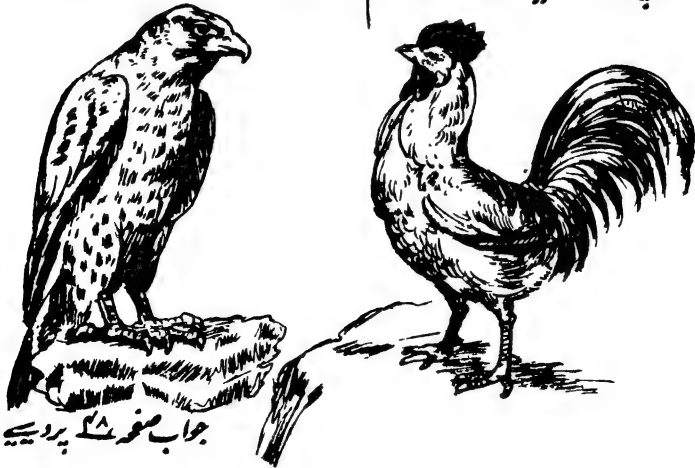
رحمت خاں :۔ صوبیدار صاحب ! اسلام علیکم

صوبیدار صاحب :۔ وعلیکم السلام ۔ آیئے چودھری صاحب کہیے کیسے گزر رہی ہے ؟

رحمت خاں :۔ خدا کا شکر ہے صوبیدار صاحب اچھی ہی گزر رہی ہے ۔

صوبیدار :۔ اور سنایئے بڑے لڑکے کا کوئی خط بھی آیا ہے ؟

رحمت خاں :۔ ہاں آتے ہی رہتے ہیں ۔ ابھی پرسوں ایک خط آیا تھا ۔

صوبیدار :۔ بڑی خوشی کی بات ہے ۔ بڑے بوڑھوں نے کہا ہے کہ خط آدھی ملاقات کے برابر ہوتا ہے ۔

رحمت خاں:۔ ہاں جی۔ ہمیں تو اُس کا خط آنے سے بہت تسلّی ہوجاتی ہے۔ لیکن پھر بھی وہ جو کہتے ہیں کہ آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل۔ وہ بات کہاں جو پاس رہنے ہیں ہوتی ہے۔

صوبیدار:۔ لیکن چودھری صاحب۔ جوان لڑکے اپنے والدین کے گھٹنے کے ساتھ لگ کر تھوڑا ہی بیٹھتے ہیں۔ جوانوں کا تو شیوہ ہی یہی ہے کہ روپیہ کمائیں خود کھائیں اور والدین کو کھلائیں۔ چاہے اس کے لیے انھیں وطن سے بھی باہر جانا پڑے۔ اور پھر آپ کا بیٹا تو ہندستان کے لاکھوں دوسرے نوجوانوں کی طرح اپنے وطن، اپنی آزادی اور دُنیا کے امن و امان کو بچانے کی خاطر آپ سے جُدا ہوا ہے۔ ایک پنتھ اور دو کاج۔ آپ کو تو اور بھی خوش ہونا چاہیے۔

رحمت خاں:۔ یہ تو ٹھیک ہے صوبیدار صاحب لیکن پھر بھی بعض دفعہ اور خاص کر عید شب برات کے موقعہ پر بہت یاد آتا ہے۔

صوبیدار:۔ صاحب یہ تو قدرتی بات ہے۔ اللہ نے چاہا تو جلد ہی وہ اور اُس کے ہزاروں لاکھوں بھائی فتح کے ڈنکے بجاتے ہوئے اپنے گھروں

ہیں واپس آجائیں گے۔

رحمت خاں:۔ ہاں خداوند کریم سے امید تو ایسی ہی ہے۔

صوبیدار:۔ چودھری صاحب! آج آپ کچھ غمگین سے معلوم ہوتے ہیں۔ کیا بات ہے!

رحمت خاں: کچھ نہیں صوبیدار صاحب۔ دراصل میرے بڑے لڑکے اسلم کو اپنی والدہ کے ہاتھ کی بنی ہوئی ایک مٹھائی بہت پسند ہے۔ اب کے جو اُس کا خط آیا ہے اُس میں لکھا ہے کہ رمضان شریف آنے والا ہے اور عید بھی۔ اس لیے اگر ہوسکے تو تھوڑی سی مٹھائی بھیجدو۔

صوبیدار:۔ تو بھیجدیجیے۔ اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔

رحمت خاں:۔ بھیجنے کو تو میں بہت کچھ بھیجدوں لیکن سُنا ہے کہ سمندر پار گئے ہوئے فوجیوں کو اگر پارسل کر کے کچھ بھیجنا ہو تو اُس کے لیے لائسنس وغیرہ لینا پڑتا ہے۔ اب سوچتا ہوں کہ کہاں سے اور کیسے یہ لائسنس حاصل کروں۔

صوبیدار:۔ تو کیا آپ کو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا۔کہ اب اِس قسم کے لائسنس کی ضرورت

اِسپٹ فائر کی بندوقوں میں کارتوس بھرے جارہے ہیں

متّحدین کے محاذ پر ہوائی جہاز پر تول رہا ہے

۱۷ پونڈی ٹینک توڑ توپ نشانہ پر گولہ باری کر رہی ہے

دو ملّاح نربدا جہاز کی توپیں صاف کر رہے ہیں

نہیں رہی ہے؟

رحمت خاں:۔ نہیں تو مجھے تو ابھی تک کسی نے یہ نہیں بتایا۔

صوبیدار:۔ اچھا تو مجھ سے سنیئے کہ اب سرکار نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر سمندر پار گئے ہوئے فوجیوں کے رشتہ دار اور دوست وغیرہ کبھی کبھی سوغات کے طور پر اُن کو چیز بھیجنا چاہیں تو اُنھیں ہندستان سے باہر بھیجنے کا لائسنس نہیں لینا پڑتا۔

رحمت خاں:۔ یہ تو آپ نے بہت اچھی خبر سُنائی۔ میں ابھی جاکر اسلم کی ماں سے کہتا ہوں۔ وہ بھی بیچاری اِسی فکر میں تھی۔

صوبیدار:۔ ہاں ہاں ابھی سے جاکر مٹھائی کی تیاری کیجئے۔ اور صرف اسلم ہی کی والدہ کو نہیں بلکہ گاؤں کے اور لوگوں کو بھی بتادیجیے تاکہ عید کے لیے ہمارے میدان کے شیروں کو وقت پر تحفے اور سوغات مل سکیں۔

رحمت خاں:۔ ابھی جاکر چوپال میں سب کو یہ خوشخبری سُناتا ہوں۔

صوبیدار:۔ لیکن چودھری صاحب پارسل بھیجتے وقت

دو چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے وہ بھی سنتے جائیے۔

رحمت خاں:۔ فرمائیے وہ کونسی باتیں ہیں؟

صوبیدار:۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ پارسل کا سارا وزن پانچ پونڈ (تقریباً ڈھائی سیر) سے زیادہ نہ ہو۔ دوسری بات یہ کہ پارسل کے اوپر پانے والے کا پورا نام، نمبر اور رینک درج ہو اور پارسل کے اندر ایک پرچے پر اُس کا پورا سرکاری پتہ لکھا ہو۔ اِس پرچے کے علاوہ پارسل کے اندر اور کوئی پیغام یا خط وغیرہ نہ ہو۔ نیز پارسل کے اوپر موٹے حرفوں میں لکھا ہو "سمندر پار گئے ہوئے فوجیوں کے لیے سوغات" پارسل خوب مضبوط ہونا چاہیے۔ چاہے لکڑی کا ڈبہ ہو یا مقوّے کا۔

رحمت خاں:۔ صوبہ دار صاحب یہ تو بڑی آسان شرطیں ہیں۔ انشاء اللہ اِسی طرح ہی کریں گے۔ (جانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے)

صوبیدار:۔ اور سنیے چودھری صاحب! اگر آپ چاہیں تو مٹھائی کے علاوہ اِسی پارسل میں کچھ اور چیزیں بھی بھیج سکتے ہیں۔

رحمت خاں:۔ وہ کونسی؟

صوبیدار:۔ یہی تیل صابن یا عطر وغیرہ۔ لیکن

ان کی قیمت پانچ روپے سے زیادہ نہ ہو اور چھوٹی موٹی پہننے کی چیزیں مثلاً جرّاب، رومال، وغیرہ۔ جن کا وزن ایک پونڈ (تقریبًا آدھ سیر) سے زیادہ نہ ہو آدھ پونڈ (ایک پاؤ) کے قریب تمبا کو۔ اور بعض مذہبی اعتبار سے متبرک چیزیں، خاص کر سکھ سپاہیوں کے لیے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ تمام چیزیں ہندستان ہی کی بنی ہوئی یا یہاں کی پیدا کی ہوئی ہوں۔

رحمت خاں:۔ صوبیدار صاحب آپ نے اچّھا کیا جو یہ ساری باتیں بتائیں۔ بہت بہت شکریہ۔ لیکن میں تو صرف مٹھائی ہی بھیجوں گا کیونکہ اُسی کے لیے اُس نے خواہش ظاہر کی ہے اور پھر کُل پانچ پونڈ کا پارسل ہوگا۔ مٹھائی ہی چلنے دیجیے۔

صوبیدار:۔ جیسے آپ کی مرضی۔ میں نے تو آپ کی معلومات کے لیے یہ باتیں بتائیں۔

رحمت خاں:۔ بڑی مہربانی ہے صوبیدار صاحب آپ کی۔ اچھا تو اب میں جاتا ہوں۔

صوبیدار اچھا تو جائیے لیکن مٹھائی تیار ہوجائے تو ہمیں بھول نہ جائیے

رحمت خاں:۔ واہ ایسا ہوسکتا ہے۔ پہلے آپ۔ اچھا خدا حافظ۔

صوبیدار:۔ خدا حافظ۔

یہ حیدرآباد ہے ۔

حضرت بندگانِ اقدس حضورِ نظام نے مکہ مدینہ بلڈنگس کا سنگِ بنیاد نصب فرمایا

اعلیٰ حضرت فرمانروائے حیدرآباد و برار نے شہر حیدرآباد کے ایک مرکزی مقام میں مکہ مدینہ علاءالدین اوقاف کی عمارتوں کا سنگِ بنیاد رکھنے کی رسم ادا فرمائی ۔ اِس موقع پر عوام کا کثیر اجتماع ہوگیا تھا اور شہر کے بڑے بڑے لوگ بھی موجود تھے ۔ اگرچہ یہ تقریب نہایت سادگی سے انجام دی گئی لیکن بہت ہی پُر اثر تھی ۔

مکہ مدینہ بلڈنگس کی تعمیر کے مصارف کا تخمینہ

۱۵۰۰۰۰۰/
پندرہ لاکھ روپے سے زیادہ کیا گیا ہے اور یہ رقم نواب احمد نواز جنگ (خان بہادر احمد علاء الدین) نے عطا کی ہے۔ ان عمارتوں سے تقریباً دس ہزار روپے ماہانہ آمدنی کی توقع ہے جو مسلمانوں کے مقدس مقامات یعنی مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ کے غرباء کی امداد پر صرف کی جائے گی۔ اِن اوقاف کا انتظام ایک مجلس امنا کے سپرد ہوگا۔

والاشان شہزادہ برار کی نشری تقریر

"اِس وقت ہماری آٹھ یونٹس ممالکِ محروسہ سرکارِعالی کے باہر ہیں جو آرٹیلری، میکانائزڈ کیولری، انفنٹری اور میکانکل ٹرانسپورٹ یونیٹوں پر مشتمل ہیں۔ اِن کی تشکیل انڈین آرمی کے یونیٹوں کی طرح ہوئی ہے اور اس طرح یہ جملہ سازو سامان سے مسلّح کیے گئے ہیں۔ اِن یونیٹوں میں سے تین کو دشمن سے برسرپیکار رہنے کا موقع ملا۔ ممالکِ محروسہ سے باہر جو یونیٹیں کام کررہی ہیں اُن کے معائینے کے لیے بعض اوقات

میں خود اور بعض اوقات کمانڈر یا چیف اسٹاف
جاتے ہیں۔"

پہلی کُل ہند اُردو کانگریس جو چند روز پہلے ادارۂ
ادبیات اُردو کی دعوت پر حیدرآباد میں منعقد ہوئی
تھی اُس کا افتتاح ہز ایکسلنسی نواب صاحب چھتاری
صدر اعظم بابِ حکومت سرکار عالی نے فرمایا اور اپنے
افتتاحیہ خطبے میں یہ خیال ظاہر فرمایا کہ "زبان کی
سادگی نہ صرف اُردو کو مقبول زبان بنادے گی بلکہ
اِس مصنوعی خلیج کو بھی رفتہ رفتہ مٹادے گی جو
ہندی اور اُردو کے اختلافات کی وجہ سے ہندوؤں
اور مسلمانوں میں پیدا ہورہی ہے۔" ہز ایکسلنسی نے
یہ بھی فرمایا کہ "مجھے اُمید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ
اُردو نے پچھلی ربع صدی میں ملک میں اپنے لیے
جو مقام پیدا کرلیا ہے وہ ہم میں کلچرل نقطۂ نگاہ
سے یگانگت اور سوشل اعتبار سے یک رنگی پیدا کرنے
میں معاون ثابت ہوگا۔"

بڑا حیدرآباد

شہر کی تعمیر کے لیے مسٹر فیض الدین کی اسکیم

بڑے حیدرآباد کی تشکیل کے لیے ایک حلقہ واری منصوبے کی اسکیم مسٹر محمد فیض الدین ٹاؤن پلاننگ افسر حکومت سرکار عالی نے محکمۂ سرکار میں پیش کی ہے۔ اس اسکیم کے تحت مختلف خاکے تیار کیے گئے ہیں جن سے شہر کی آب و ہوا کو پاک و صاف رکھنے کے لیے کارخانوں کا رقبہ بلدی حدود سے باہر رکھا گیا ہے اور فوجی آبادیوں کو علٰحدہ حصّہ میں رکھا گیا ہے۔ اسی طرح جامعۂ عثمانیہ کے حدود بھی علٰحدہ ہوں گے جہاں اس کی توسیع کے لیے بھی گنجایش رکھی جائے گی۔ آبادی کے رقبوں میں کھیل کے میدان تعمیر کیے جائیں گے، اندرونی اور بیرونی حلقوں میں تفریح گاہوں کا انتظام ہوگا اور

اُن پر جو سڑکیں تعمیر ہوں گی اُن میں تفریح کرنیوالوں
کے لیے ٹھنڈی سڑکیں بھی تعمیر کی جائیں گی، اِس کے
علاوہ بسوں وغیرہ کی سروس کا ایک جال بچھادیا جائیگا
جس سے آنے جانے والے لوگوں کی آمدورفت میں سہولت اور
ایک جگہ سے دوسری جگہ سامان لانے اور لے جانے
میں آسانی ہوگی۔

اِس سلسلے میں مسٹر فیاض الدین نے بتایا ہے کہ
بلدہ اور مضافات کا رقبہ تقریبًا ۷۵ مربع میل ہے جس
کے باعث بلدیہ کا نظم و نسق بوجھل اور پیچیدہ ہوجاتا
ہے اور حفظانِ صحت کے کام تشفی بخش نہ ہونے کے
باوجود بھی کافی صرفہ ہورہا ہے۔

سرکار عالی کی ریلوے نے سڑکوں کے راستے
اجناس خوردنی کی نقل و حمل کا انتظام بھی اپنے ذمّے
لیا ہے اور اِس مقصد کے لیے سولہ سولہ لاریوں کے
چار دستے قایم کیے ہیں۔ یہ لاریاں گزشتہ پانچ ماہ سے غلّہ لانے
لیجانے میں مصروف ہیں اور اِس عرصے میں مختلف مقامات سے
ریلوے اسٹیشنوں اور اضلاع سے بلدۂ حیدرآباد تک چھبیس ہزار ٹن
غلّہ منتقل کیا جاچکا ہے۔

چیل

اونٹ

اونٹ
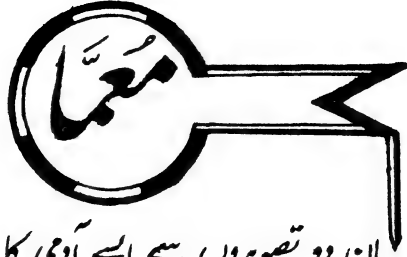
اِن دو تصویروں سے ایسے آدمی کا نام ظاہر ہوتا ہے جس کے معنی دلیر اور بہادر کے ہیں ۔

(۱)

(۲)

۱ اور ۲ شکلوں میں کون سی لکیریں ٹیڑھی ہیں ؟
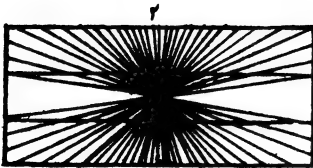
جواب صفحہ ۱۴۸ پر دیکھیے ۔
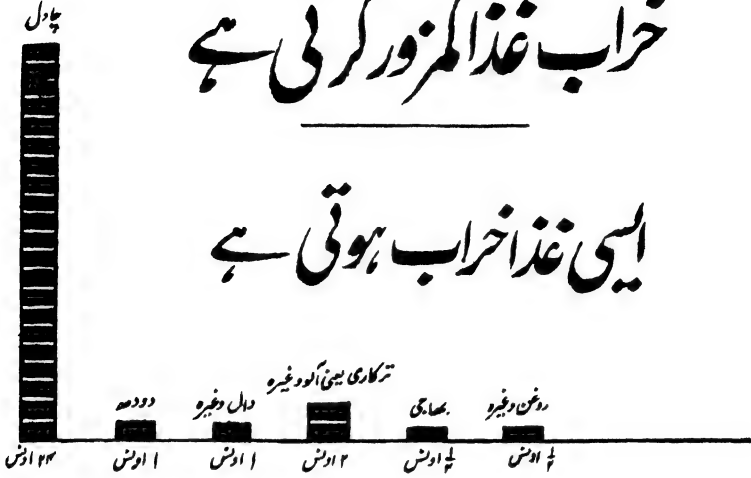
اچھی غذا طاقت دیتی ہے

ایسی غذا اچھی ہوتی ہے

چاول	گیہوں	دودھ	دال وغیرہ	ترکاری	بھاجی وغیرہ	روغن وغیرہ	میوہ
۱۰ اونس	۵ اونس	۸ اونس	۳ اونس	۴ اونس	۳ اونس	۲ اونس	۲ اونس
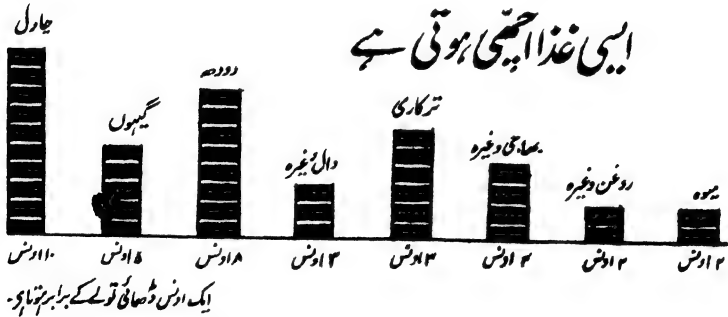
ایک اونس ڈھائی تولے کے برابر ہوتا ہے۔

نوٹ = ۲۶۰۰ کیلوری ایک آدمی کا روزانہ غذا کا اوسط ہے۔

اب کہاں پناہ لیں؟

ہنسو ہنساؤ

پینٹر = لیجیے مہاراج آپ کا سائن بورڈ تیار ہوگیا اور دیکھیے
میں نے اِس میں ایک پھول بھی بنا دیا ہے۔

مہارج = یہ پھول تو بہت سُندر ہے

پینٹر = مگر اِس پھول کے بنانے میں رنگ بہت خرچ
ہوگیا ہے۔

مہاراج = اُسے میں کیا کروں ؟

پینٹر = اُس کے دو رُوپے زیادہ دینے ہوں گے۔

مہاراج = پینٹر صاحب ! میں ایک کوڑی زیادہ نہیں دوں گا۔

آپ کرپا کرکے وہ پھول نکال دیجئے۔ آپ
نے تو ناس کے سائن بورڈ کا ستیاناس
کردیا

اُستاد۔ بتاؤ بے موسم بارش کسے کہتے ہیں؟
شاگرد۔ جناب بے موقع بارش وہ ہوتی ہے جو تعطیل
کے دن ہو۔

اُستاد۔ اچھا بتاؤ کہ دنیا کے
سات عجائب کونسے
ہیں!
لڑکا۔ جناب! میری اماں
کہتی ہیں کہ میری
چھے بہنیں اور ایک
میں خود دُنیا کے سات عجائب سے ہوں۔

فقیر۔ کوئی پھٹا پُرانا کپڑا اللہ کے نام کا دلوا دیجئے۔
ایک شخص۔ ارے میاں! تمھارے بدن پر تو نہایت اچھے کپڑے
ہیں پھر تم پھٹے پُرانے کپڑے کیوں مانگتے پھرتے ہو؟

فقیر۔ جی حضور! ان ہی اچھے کپڑوں کے سبب سے تو میرا روزگار بند ہے اور کوئی بھیک نہیں دے رہا ہے۔

گورنگ سڑک پر سے گزر رہا تھا۔ اُس کے سینے پر بیسیوں تمغے لگے ہوئے تھے۔ ایک بچّی نے اُسے دیکھا اور اپنی ماں سے کہنے لگی امّاں جان! یہ آدمی اپنے سینے پر روپے کیوں لٹکائے پھرتا ہے۔ کیا اِس کی کوٹ میں جیب نہیں ہے۔

ایک فقیر نے کسی امیر کے دروازے جاکر آواز لگائی کہ بھوکا ہوں۔ اللہ کے نام پر ایک روٹی بھیجئے۔ اُوپر سے آواز آئی کہ ابھی روٹی نہیں پکی ہے۔ فقیر نے کان لگا کر سُنا تو اندر سے چٹاچٹ روٹی پکنے کی آواز آرہی تھی۔ اُس نے چیخ کر کہا کہ باوا! اگر روٹی نہیں پکی تو پھر یہ جوتیاں کس کے سر پر پڑ رہی ہیں۔

ایک گھر میں صرف ایک لڑکا، ایک اُس کی ماں

اور ایک بہن تھی ۔ ایک روز لڑکا اپنی ماں سے بولا
کہ گھر میں ہم تین آدمی ہیں ۔
ماں: جب تمھاری شادی ہوجائے گی تو چار ہوجائیں گے۔
لڑکا: اُس وقت جب
آپا کی شادی ہوجائیگی
تو پھر وہی تین
رہ جائیں گے ۔

ماں: اور اُس وقت تک
تمھارے ہاں لڑکا
بھی پیدا ہوجائے گا
تو پھر چار ہو جائیں گے ۔
لڑکا: اُس وقت میں پھر فوج میں بھرتی ہو کر لڑنے
جاؤں گا تو پھر تین رہ جائیں گے ۔

صفحہ ۴۲ کے جواب

۱ ۔ شیر دل
۲ ۔ کوئی لکیر ٹیڑھی نہیں ہے ۔

صفحہ ۲۹ کا جواب

مرغ باز

حسبِ منظوری مجلسِ عاملہ اغراضِ جنگ فنڈ

حیدرآباد دکن بہ نگرانی پرنسپل سجّاد مرزا صاحب

ایم۔اے و بہ ایڈیٹری مرزا عصمت اللہ بیگ صاحب

خیریت آباد حیدرآباد دکن سے ہندستانی

فوج کے لیے اعظم اسٹیم پریس میں چھاپ کر شایع

کیا گیا

قیمت سالانہ (للعہ) معہ محصول ڈاک (ہندستان کے لیے

فی پرچہ ——— ۶ر

دفتر جمعیت خیریت آباد حیدرآباد دکن

Vol. 3. No. 1.

ANNAS 6

JEET

THE HYDERABAD DN.
WAR MAGAZINE

حیدرآباد کا ماہانہ فلمی رسالہ

جیت

حیدرآباد کا فوجی رسالہ

سال (۳) | ماہ دے ۱۳۵۴ف م ماہ ڈسمبر ۱۹۴۴ء | جلد (۴)

زندگی ہے فوجیوں کی سب سے پیاری زندگی

کیا امریکی، کیا برطانی، چینی، روسی، ہندستانی
مُسلم، سِکھ، ہندو، عیسائی، فوج میں بن گئے بھائی بھائی

واہ، واہ واہ، واہ، واہ، واہ

نیاری نیاری، پیاری پیاری زندگی
زندگی ہے فوجیوں کی سب سے پیاری زندگی

ایڈ پریڈ پہ سب تیار، جاگتے سوتے سب ہشیار
وقت پہ سونا وقت پہ اٹھنا، ایک گھڑی بیکار نہ کھونا
اُجلے کپڑے تن بھی صاف، آئینہ ہے من بھی صاف

واہ، واہ واہ، واہ، واہ، واہ

نیاری نیاری، پیاری پیاری زندگی
زندگی ہے فوجیوں کی سب سے پیاری زندگی
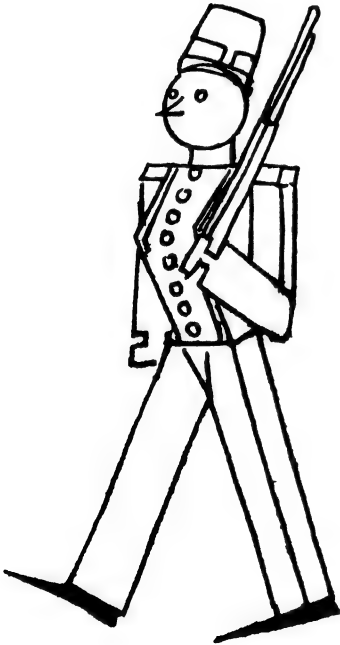
دلہن کافی ہے

بی کریمًا گانو کی رہنے والی تھیں۔ گانو میں پیدا ہوئیں گانو میں رہیں اور گانو میں پڑھیں۔ اُن کے باپ ایک چھوٹے سے زمیندار تھے اور پرانی وضع کے آدمی تھے۔ بی کریمًا کو تھوڑی بہت اُردو کی تعلیم تو دی مگر انگریزی کی ہوا تک نہیں لگنے دی۔ بی کریمًا جب جوان ہوئیں تو اُن کی شادی ایک انگریزی لکھے پڑھے آدمی سے کردی جو ہر وقت کوٹ پتلون میں رہتے تھے اور انگریزی طریقوں کو بہت پسند کرتے تھے۔

شادی ہونے کے بعد دلہن گھر میں آئی۔ دوسرے تیسرے روز ولیمہ کی دعوت قرار پائی۔ یار دوست اور عزیز و اقربا سے گھر بھر گیا۔ دولھا میاں

کی اماں اور بہنوں نے مل کر دلہن کو ایک نہایت لاجواب مسہری پر لا بٹھایا تاکہ رشتہ دار اور عزیز و اقربا دلہن کا منہ دیکھیں مگر دلہن گانو والی دیہاتن۔ اس میں لکھی پڑھی اور شہر کی لڑکیوں کی طرح بے تکلفی کہاں! گھٹنوں میں سر دیے، جنگلی چوہے کی طرح گڑی مڑی ہو کر بیٹھ گئی اور گھونگھٹ سے اپنا منہ چھپا لیا۔

سب سمجھا رہے تھے کہ بیٹا! عزیز تمھارا منہ دیکھنے آئے ہیں انھیں منہ دکھاؤ۔ مگر وہ کس کی سنتی ہے۔ سب کے جواب میں ایک چپ، گھٹنوں میں منڈی دیے آنکھیں بند کیے پڑی ہے۔ ساس سسرے لڑکے لڑکیاں، اڑوس پڑوس کے لوگ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے مگر نہیں ٹلتا نہ ٹلتا گل محمد خاں،

یہ کیفیت دیکھ کر دولھا میاں کا چھوٹا بھائی جو نہایت تیز تھا، مرزا سرگزشت کے پاس بھاگتا ہوا آیا اور گھر کے اندر کا تمام واقعہ بیان کردیا۔ بس مرزا سرگزشت یہ سن کر آگ بگولا ہو گئے۔ اپنے بھائی سے کہنے لگے کہ دیکھ میاں تجھے ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ وہ ابھی سب کو اپنا منہ

دکھا دے گی ۔ بھائی نے کہا کہ وہ کونسی ترکیب ہے بھیّا ! ۔ سرگزشت نے کہا کہ بس ترکیب یہ کہ کہ تو اپنے بھائی بہنوں اور اڑوس پڑوس کے بچّوں کو لے کر دُلہن کے قریب جا بیٹھ اور جو منّہ دیکھے آئے تو اُس سے کہہ دے کہ دلہن کانی ہے ۔

اب سُنیے ۔ بھائی صاحب اِدھر اُدھر کے بچّے جمع کرکے دُلہن پاس جا بیٹھے ۔ اتنے میں دو چار عورتیں دُلہن کا مُنہ دیکھنے آئیں تو سب بچّوں نے کہا کہ اجی دُلہن کا کیا منہ دیکھتی ہو وہ تو کانی ہے ۔ یہ بات سُنتے ہی دُلہن آگ بگولہ ہوگئی ۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ ۔ پیروں کے بیچ میں سے مُنڈیا اُٹھا گھونگٹ مُنہ سے ہٹا کر، بیل کی طرح دیدے پھاڑ کر بولی کہ یہ سب جھوٹے ہیں میں کانی نہیں ہوں ۔

آپ سمجھے ! یہ کیا ہے ۔ یہ ہے انسانی عادت جب کسی شرمیلی دُلہن کا مُنہ دیکھنا چاہو تو بس اسی قسم کی بات کہدو ۔ اگر وہ گھونگٹ ہٹا کر تمھیں صورت نہ دکھا دے تو پھر ہمارا ذمّہ ۔

نئی دلہن سسرال جا رہی ہے!

مجنوں جنوں میں بھی کبھی عُریاں نہیں رہا

کیوں اے جنون کیا کوئی ساماں نہیں رہا
ڈاڑھی کو نوچ لے جو گریباں نہیں رہا

پہنے رہا تصوّرِ لیلیٰ کا جانگیا
مجنوں جنوں میں بھی کبھی عُریاں نہیں رہا

جب تم ہوئے جوان تو ہم پیر ہو گئے
ہو خاکِ وصل، وصل کا امکاں نہیں رہا

میں جب سے مبتلا ہوا آشوبِ چشم میں
اُس دن سے تیری دید کا درماں نہیں رہا

انجینئری کے دور میں نکلی ہے یوں سڑک
باقی نشانِ کوچۂ جاناں نہیں رہا

دھونی وہاں رمائی ہے مجنوں نے اے حکیم
اب تک جہاں پہ غولِ بیاباں نہیں رہا

حضرت حکیم مولانا یمیع انصاری

نئی اور پرانی سواریاں
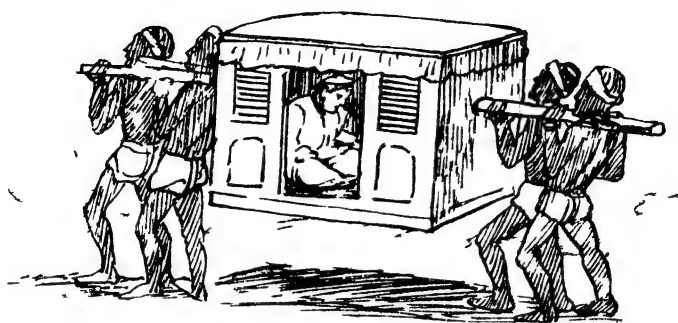
اگلے زمانے کی سواریاں بھی عجیب و غریب تھیں۔
ڈولی ، فینس ، پالکی نالکی ، ہوا دار اور بُوچہ ——
فینس اور پالکی تو خیر اب بھی کہیں کہیں نظر آجاتی
ہے مگر یہ ہوا دار بُوچہ تو ایسی غائب ہوئیں جیسے
گدھے کے سر سے سینگ ۔ یہ ہوا دار اور بوچہ کیا
تھے ؟ دونوں کی شکل ٹمٹم گاڑی کی طرح تھی فرق
صرف اِتنا تھا کہ اُن میں پہیّوں کی جگہ پائے اور
پہیوں کی جگہ آگے پیچھے دو دو موٹے موٹے ڈنڈے
لگے رہتے تھے جن کو کہار اپنے کندھوں پر اُٹھا
کر چلتے تھے ۔ فرش پر ذرا گردن جُھکا کر دیکھو
تو اندر ایک صاحب نہایت صاف سُتھرے کپڑے
پہنے بیٹھے ہوئے نظر آتے تھے ۔ یہ کون ہیں ؟ کہ

حکیم صاحب ہیں اور وہ کون ہیں؟ کہ نواب
اچھن خاں ہیں جو مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے
آٹھ دس آدمیوں کے کاندھوں پر لدے ہوئے چلے
جا رہے ہیں۔
اِس زمانے کے لوگ اُن سواریوں پر ہنستے ہیں اور
اگر کسی طرح وہ لوگ کسی طریقے سے
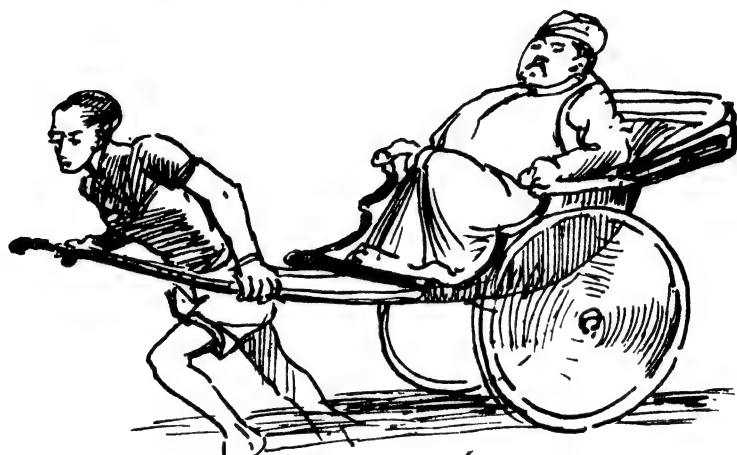
اِس زمانے میں آجائیں تو ہم پر ہنسیں گے۔ اس
لیے کہ اس زمانے کی سواری اُس زمانے سے زیادہ
ہنسی کے قابل ہے۔ وہ کیا ہے؟ رکشا
رکشا۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ دنیا کی سب سے
زیادہ خراب اور سب سے زیادہ بھدّی سواری ہے
ایک چھوٹا سا صندوق ہے اُس کے آزو بازو دو

اُف ری جوانی
نیا فلم
بہترین
ستارے
ہائے بڑھاپا
نیا فلم
بہترین
ستارے
زندگی کا تماشہ
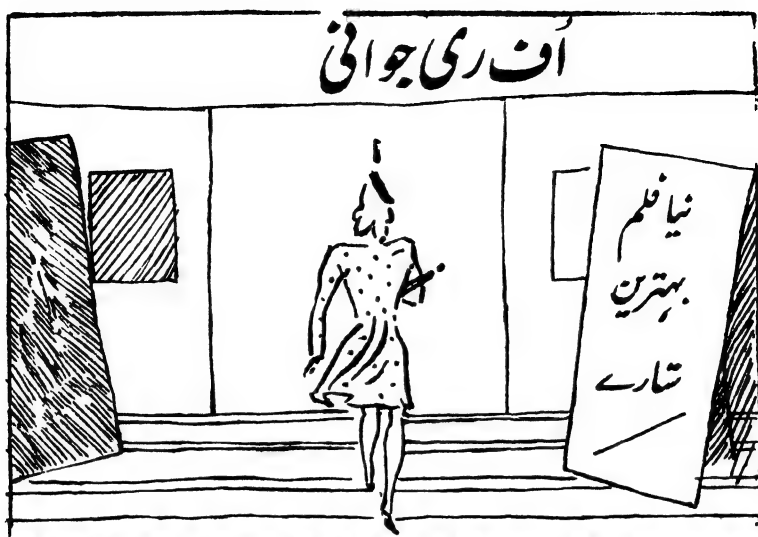
پیچھے لگے ہوئے ہیں ۔ اب اُس صندوق میں دیکھو
تو لالہ پکوڑی لال اپنی لمبی چوڑی توند لیے مع
اپنے ایک عدد نوکر کے پھنسے ہوئے بیٹھے ہیں
اور ایک بیچارہ دُبلا پتلا مریل سا لڑکا اُن
دونوں بھاری بھرکم لاشوں کھینچے لیے چلا جارہا ہے
چڑھائی پر اُس کی حالت دیکھنے کے قابل ہوتی
ہے، چہرہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے ۔
وہ گدھے کی طرح اپنے سینے کا زور لگا لگا کر
اُنھیں کھینچتا ہے مگر لالہ جی کو اُس غریب پر مطلق
رحم نہیں آتا ۔ بلکہ وہ ہر بار یہی فرماتے ہیں
"ہاں! بھیا بڑھے چل تنک جلد پہنچنا ہے ۔"
اِن رکشا پر سوار ہونے والوں میں، لالہ جی
اور اِسی قسم کے لوگوں کے علاوہ بعض تو بڑے مہا
کوی اور ودیالو بھی ہیں ۔ جو شہر کے بڑے بڑے
جلسوں اور مشاعروں میں رکشا پر بھی بیٹھ کر جاتے
ہیں ۔ اور وہاں پہنچ کر مزدوروں کی بے جا محنت،
فاقہ کشی، اور مفلسی پر ایسی ایسی نظمیں پڑھتے ہیں
کہ جسے سُن کر لوگ آٹھ آٹھ آنسو روتے
ہیں مگر اُن رونے والوں کو یہ خبر نہیں کہ

ہمارے شاعر صاحب خود بھی ایک مزدور کے کاندھے پر بیٹھ کر تشریف لائے ہیں اور رکشا والے کا کلیجہ نکال کر آ رہے ہیں۔

پہلوان = مہاراج! کیا آپ کی دُکان میں نوکری ملے گی؟

بنیا = تم کیا کام جانتے ہو؟

پہلوان = جی میں ڈوبے ہوئے قرضوں کو بچانے کا کام جانتا ہوں۔

مرتا ہوا سانپ
بل پہ بل کھاتا
ہے
دشمن آلے نئے نئے لاتا ہے
غصّے سے مظاہرے کیے جاتا ہے
یہ پیچ و خم اُس کے ہیں ہلاکت کی دلیل
مرتا ہوا سانپ بل پہ بل کھاتا ہے
حضرت سیماب اکبرآبادی

-مہاراج کا اخبار-

ایک مہاراج اخبار شوق سے
پڑھ رہے تھے۔ دوسرے صاحب باہر سے
آئے اور ان کے پاس آکر بیٹھ گئے۔
۲ = مہاراج! ذرا تھوڑی
دیر کے لیے آپ اپنا یہ اخبار
مجھے دیں گے؟

مہاراج = یس سر!
کیوں نہیں! ضرور ضرور
یہ لیجیے۔

---

۳ = (اخبار لے کر کرتے کا
گریباں کھولا اور اخبار ہلا کر)
باپ رے باپ! کیا گرمی ہے
میں تو پسینے میں نہا گیا۔

زبردست

یہ لفظ نہیں درزی کی سوئی ہے کمخواب ہو یا گاڑھا جہاں جی چاہا گھسیڑ دو۔ چاہے کسی کی تعریف ہو یا برائی یہ دونوں جگہ نہایت آسانی سے کھپ جاتا ہے۔ جس جگہ لکھنے والے کی طبیعت کا ٹٹو نہ چل سکے۔ بس جھٹ سے وہاں زبردست کہدیجیے۔ لیجیے معاملہ صاف ہوگیا مثلاً

مولوی صاحب کا زبردست وعظ۔
مسٹر ٹل کا زبردست لکچر۔
ایڈیٹر صاحب کا زبردست مضمون۔
حکیم ارسطو خاں کا زبردست نسخہ۔
ایک زبردست کاتب، زبردست غزل گو، زبردست مصیبت، زبردست قبضہ وغیرہ۔

الغرض یہ زبردست لفظ ہر شاعر اور ہر مضمون
لکھنے والے کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ جہاں کوئی
لفظ نہ ملے اور کچھ کہتے یا لکھتے نہ بنے بس
جھٹ سے زبردست کا دھیان دل میں لے آئے
اور پھٹ سے کہہ دے زبردست، زبردست، زبردست۔
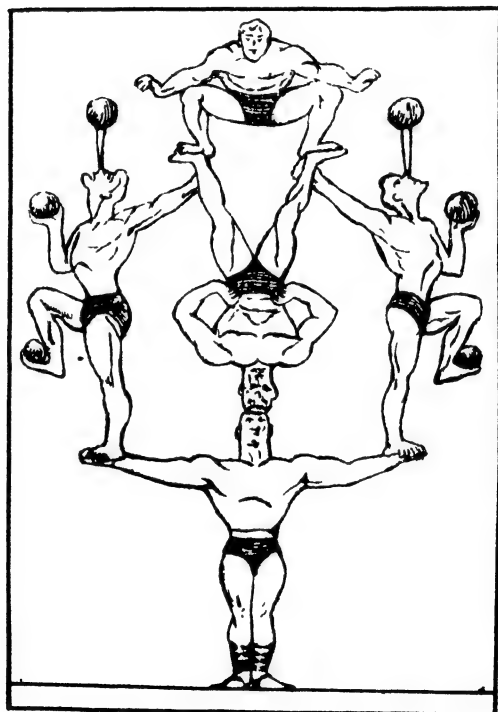
زبردست۔ زبردست۔ زبردست

جنابِ داغ کہتے ہیں جنابِ میر کہتے ہیں
یہ سب کس چیز کو آخر بُتِ بے پیر کہتے ہیں

ہماری طرح کوئی باوفا عاشق بھی دیکھا ہے
تمہارے عشق میں ہم نے کو ٹیڑھی کھیر کہتے ہیں

شب دیجور شرما جائے چہرے کی سیاہی سے
تری صورت کو کالی مائی کی تصویر کہتے ہیں

جنابِ شیخ کی ڈاڑھی کو سب ڈاڑھی سمجھتے ہیں
مگر ہم مصحفِ رُخ کی اسے تفسیر کہتے ہیں

رُخِ زیبا پہ اتنے داغ چیچک کے نمایاں ہیں
مصور دیکھ کر دیمک چٹی تصویر کہتے ہیں

نہ ہم ہندی کے عالم ہیں نہ بنگالی میں قابل ہیں
فقط اُردو کو اپنے باپ کی جاگیر کہتے ہیں

گپتو خاں اور چنبیلی

میں اس وقت اپنی چھپکلی کا حال لکھ رہا ہوں اور وہ میرے سامنے والی دیوار سے چپکی ہوئی مجھے ٹک ٹک دیکھ رہی ہے ۔ ادھر میں نے آواز دی "چنبیلی" اور وہ چک چک کرتی ہوئی میرے سامنے آگئی ۔ شام کے وقت ، روزانہ وہ میری گھڑی کے پاس آکر اپنا ڈیرہ جما دیتی ہے ۔

ٹھیک دس بجے رات کو اُس کا نر میری چھت سے اُتر کر آواز دیتا ہے : "چنبیلی ! چنبیلی ! چلو رات زیادہ ہوگئی" اور وہ دُم دبا کر اس کے ساتھ چل دیتی ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ اُس کے جانے سے پہلے ، ان دونوں کے حالات قلمبند کر جاؤں ۔

اس کا نر جو میری چھت کی کڑیوں میں بیٹھا رہتا ہے اُس کا نام ہے گپّو ۔ گرگٹ کے متعلق کسی نے یہ شعر کہا ہے ۔

گرگٹ کو جو یاروں نے بڑے غور سے دیکھا
رنگینیٔ عالم کے تماشے نظر آئے

مگر گپو خاں کی دُم گرگٹ سے کہیں زیادہ رنگین ہے ، لمبی ہے ۔ خوبصورت ہے اور خوشنما ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ ہر ایک چھپکلی ایسی نہیں ہوتی ۔ اگر تم افریقہ میں رہوگے تو اس قسم کی چھپکلیاں ضرور دیکھ لوگے ۔ ہاں تو اس کی دُم بڑی خوبصورت ہے مگر مجھ پر اِس کا کوئی اثر نہیں ہوتا اس لیے کہ میں مادہ چھپکلی تو ہوں نہیں۔ ہاں مادہ اِس کی دُم پر جان دیتی ہے ۔

گپّو کی بارہ بیویاں ہیں بلکہ ایک مرتبہ تو میں نے کوئی سولہ گنی تھیں وہ کہاں گئیں؟ میں نہیں بتا سکتا ۔ اور ان میں کونسی چھپکلی سب سے زیادہ خوبصورت ہے ؟ یہ بھی نہیں کہہ سکتا ۔ مجھے تو سب کی سب ایک ہی طرح کی معلوم ہوتی ہیں مگر گپّو سے پوچھو تو وہ

ہر ایک کا حُسن اور ہر ایک کی خوبیاں گنواتا چلا جائے گا۔

بہر حال اِن کے علاوہ، ہمارے گھر میں اور بہت سی چھپکلیاں ہیں اور اُنھوں نے ہمارے گھر کو مختلف حِصّوں میں اِس طرح تقسیم کردیا ہے جس طرح اگلے زمانے میں ہندستان مختلف راجدھانیوں میں بٹا ہوا تھا۔ چنانچہ ہر نَر چھپکلی کے قبضہ میں ایک چھت ہے اور ہر ایک کی کوئی ایک ایک درجن بیویاں ہیں اور ان سب پر وہ قبضہ جمائے ہوئے بڑے ٹھاٹے سے حکومت کر رہا ہے۔

ہمارے ڈرائینگ روم کی چھت پر گپّو خاں کی حکومت ہے۔ اِن کی سب سے چھوٹی بیگم چنبیلی جان ہیں۔ جو شام کے علاوہ صبح کے وقت بھی دھوپ کھانے کے لیے چھت سے اُتر کر ہمارے وراَنڈے کی دیوار پر تشریف لے آتی ہیں۔ ان کی دُم کے ساتھ لگے ہوئے گپّو خاں بھی آجاتے ہیں اور اِدھر اُدھر گشت کرتے پھرتے ہیں۔ اِس دوران میں اگر کوئی بے ادب

جھینگر یا کوئی اور کیڑا پتنگا ان کے سامنے
آجاتا ہے تو وہ فوراً اپنی زبان بڑھا کر اس
کی گردن داب لیتے ہیں اور آنکھیں بند کر کے
نگل جاتے ہیں ۔ ہاں تو وہ اس وقت چنبیلی کے
ساتھ چہل قدمی کرتے ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ
وہ اپنی دوسری بیگموں کو بھی کنکھیوں سے دیکھتے
رہتے ہیں ۔ اگر اُن میں سے کوئی بھی اپنی سرحد
سے دوسری سرحد میں جانے کا ارادہ کرتی ہے
تو یہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے ہیں اور
اُسے پھر اپنی سرحد میں لا کر چھوڑ دیتے ہیں۔
اس سے کہیں آپ یہ نہ سمجھ لینا کہ گیتوخاں
اپنی زندگی بڑے مزے میں گزارتے ہیں ۔ اجی
ان کے دُم کے ساتھ ہزاروں مصیبتیں اور دُم
کے ساتھ ہزاروں کھٹ کھٹے بندھے ہوئے ہیں۔
جس طرح ایک راجہ کو دوسرے راجہ سے اور
ایک بادشاہ کو دوسرے بادشاہ سے لڑنا پڑتا
ہے اسی طرح اس بیچارے کو بھی دشمنوں سے
مقابلہ کرنا پڑتا ہے ۔ مہینے میں ایک نہ ایک
دشمن ضرور ٹپک پڑتا ہے اور وہ زبردستی ان

کی سلطنت پر قبضہ جمانا چاہتا ہے۔ وہ ظالم
کس طرح آتا ہے! اُسے بھی سُن لیجئے۔ وہ
آہستہ آہستہ ان کی بگیوں کو سر سے پاؤں تک

دیکھتا ہوا اندر داخل ہوتا ہے۔ گپتّو خاں فوراً
کڑیوں میں اپنا منہ چھپا کر اُسے ٹکٹکی باندھے
ہوئے دیکھتے رہتے ہیں اور وہ اُن کی تاک
میں رہتا ہے۔ ادھر دونوں کی نظر چار ہوئی
تو یہ ایک آنکھ بند کرکے اُس سے کہتا ہے۔
اچھا آپ وہاں تشریف رکھتے ہیں۔ کیا کہنے ہیں۔
تمھارا یہ مقام تو نہایت لاجواب ہے۔
گپتّو خاں: کیوں نہیں!
دشمن: اور یہ اتنی پریاں کہاں سے اُٹھا لائے؟

گپتّو خاں : اس سے تمھیں کیا کام ہے۔

دشمن : اجی خفا کیوں ہوتے ہو سرکار۔ ذرا میدان میں تو آؤ مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔

گپتّو خاں : پوچھنا ہے! کیا پوچھنا ہے!! لو ابھی آیا۔

یہ کہہ کر وہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہوا نیچے اترتا ہے اور مقابل میں آتے ہی پینترا بدل کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ تھوڑی دیر تک تو دونوں ایک دوسرے کو غور سے دیکھتے رہتے ہیں اِدھر آنکھ جھپکی اور دونوں ایک دوسرے پر بجلی کی طرح جھپٹے اور آپس میں گتھ گئے۔ وہ گھاٹ گھاٹ کا پانی پیئے ہوئے ہے بڑی ترکیب سے پیچھے ہٹتا ہے اور لمبی دُم کو ہلا کر وہ زور سے گپتّو خاں کے منہ پر مارتا ہے کہ اِن کا منہ پھر جاتا ہے اور تنبیبی حلق میں اتر آتی ہے۔ بہ سنبھل کر پھر حملہ کرتے ہیں۔ اب کے وہ ان کی چھاتی پر اپنی دُم رسید کرتا ہے یہ اب کے کوئی چار پانچ گز دُور چاروں خانے چت جا پڑتے ہیں۔

اب یہ جا کر معاملہ سمجھے کہ یہ سب دُم کے کرشمے ہیں ۔ بس اسے جڑ سے اُڑادو پھر یہ دُم دبا کر بھاگ جائے گا ۔ اب پینترے بدلتے اور پاؤں کاٹتے ہوئے یہ چلے اور تھوڑے فاصلے سے ایسی چھلانگ ماری کہ یہ ٹھیک اُس کی دُم پر گرے اور گرتے ہی ایسا منہ مارا کہ صاف جڑ سے اُڑا دی ۔

وہ مارا ۔ اب کیا ہے ۔ وہ بغیر دُم کے ایسا ہی ہے جیسے سپاہی بغیر ہتھیار کے ۔ نر اُسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور مادائیں تو اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتیں ۔ وہ بیچارا شرم سے منہ نیچا کیے ، دُم دبا کر چل دیتا ہے اور کسی جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ جاتا ہے ۔ اب جب تک اِس کی دُم نہ بڑھیگی وہ اُس وقت تک وہیں اپنا منہ چھپائے پڑا رہے گا ۔

"گیتو" دشمن کو مار کر پھولوں نہیں سماتے ۔ ان کی بیویاں آکر مبارکباد دیتی ہیں اور یہ اینٹھے چلے جاتے ہیں ۔ اب اِنھیں اپنی سب سے

چھوٹی بیگم کی یاد آتی ہے وہ دور سے آوازیں لگاتے ہوئے آتے ہیں ۔ " اجی اے ! چنبیلی ۔ معلوم ہے کیا بجا ہے ؟ چلو رات ہوگئی اب گھر چلو ۔ یہ سُن کر وہ میری طرف دیکھتی ہے اور مجھے اکیلا چھوڑ کر گپّو خاں کے ساتھ چل دیتی ہے !

بیٹا = مجھے رائے دی ہے کہ میں ایسی جگہ جاکر رہوں جہاں آدمی نہ ہوں بس اسی میں مری جان بچ سکتی ہے

باپ = یہ رائے کس نے دی ! یہ ڈاکٹر صاحب نے رائے دی ہے ؟

بیٹا = نہیں ! وکیل صاحب نے ۔

جیت قریب ہے

آؤ پڑوسن لڑیں

کہتے ہیں کہ ایک عورت تھی بڑی لڑاکا۔
بال بچے تو تھے نہیں میاں گئے ہوئے تھے
پردیس ۔ اکیلی بیٹھے بیٹھے گھبراتی تھی آخر پڑوسن
سے پکار کر کہنے لگی ۔

عورت : آؤ جی کچھ باتیں کریں ۔

پڑوسن : بوا مجھے گھر کا کام کاج کرنا ہے،
وہ دفتر سے آئیں گے ۔ اُن کے لیے
کھانا دانا تیار کرنا ہے ۔

عورت : چلو چلو تم ایسی ہی باتیں بناتی ہو۔
ذرا اِدھر آؤ اِدھر اُدھر کی باتیں
کریں گے ۔

پڑوسن : بوا میں کیا خاک بات کروں ۔ مجھے

تو بات کرنی ہی نہیں آتی

عورت : اچھا بات کرنی نہیں آتی تو آؤ لڑیں۔

پڑوسن : لڑے میری بلا ۔

عورت : بلا، بلا، بلا ۔ بڑی آئی وہاں سے بلا لگے تیرے ہوتوں سوتوں کو ۔

پڑوسن : تجھے قربان کروں اپنے ہوتوں سوتوں پر سے ۔ لو چڑیل میرے ہوتوں سوتوں کو تکتی ہے ۔ خدا کی شان، خدا کی قدرت ۔ موئی بانجھ بنجوٹی، شیطان کی لنگوٹی ۔ تیرے ہوتے سوتے تو سب زمین میں سو رہے، دوسروں کے ہوتے سوتے دیکھ کر جلتی ہے ۔ الہٰی تجھے سدا جلنا ہی نصیب ہو ۔

یہ لیجئے اب با ضابطہ لڑائی شروع ہوگئی ۔ مورچہ بندھا تو آدھی رات تک لڑائی چلتی رہی۔ محلے والے توبہ تلا کرنے لگے ۔ سب کا آرام غائب اور سونا سلانا ہوا ہوگیا ۔

کیے ہوئے تحائف پیش کیے اور ہار پہنائے۔ حضور
ویسرائے بہادر بیحد خوش اور بیحد متاثر ہوئے اور
چلتے وقت اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا کہ "میں
نے نمایش کو بہت ہی وسیع، دلکش اور قابلِ دید
پایا۔

نمایش مصنوعات ملکی

حیدرآباد میں نمایش مصنوعات ملکی ہر سال بڑے
زور و شور سے ہوتی ہے اس سال بھی یہ نمایش بہت بڑے
پیمانے پر ہوئی۔ تقریباً ہر صوبے سے کاری گر اپنا سامان
یہاں لائے تھے اور اپنے اپنے اسٹال میں انھیں نہایت سلیقے
سے سجایا تھا۔ وہاں کئی ایسے اسٹال بھی تھے جو رات دن
جنگی سامان بنانے میں مصروف رہتے تھے یہ ساتویں نمایش
تھی۔ حضورِ نظام نے بہ نفس نفیس اِس کا افتتاح
فرمایا اور حیدرآباد نے جو صنعت و حرفت میں ترقی
کی ہے اُسے دیکھ کر خوشی اور مسرّت کا اظہار
فرمایا۔

ہنسو ہنساؤ

مریض = حکیم صاحب! میں جب کھانا کھاتا ہوں تو بس فوراً ہی پیٹ میں درد ہوتا ہے اور کھانا بالکل ہضم نہیں ہوتا۔

حکیم = تو تم نے اب تک کسی کا علاج نہیں کرایا؟

مریض = جی ہاں! ڈاکٹر کو بتایا تھا اُنھوں نے فرمایا کہ تمھارے پیٹ میں گیس ہیں۔ حکیم صاحب اب آپ بتائیے کہ یہ کیا بلا ہے؟

حکیم = (قہقہہ لگاکر) اجی ڈاکٹراں بھی بڑا حیراں کرتیں آدمی کو۔ جھوٹ بھی ایسا کہ توبہ توبہ۔ تم بھی اُن کو پوچھنا تھا کہ نہ جرمن آیا نہ جاپان پھر کون جی وہ پیٹ میں گیساں چھوڑ گیا؟ میں تم کو ایک مزے کا علاج بتاتا ہوں۔ دیکھو! ایک دن میں درد ورد سب بھاگ جاتا ہے۔ اجی تم پرہیز ورہیز کے نام کو تھو جاؤ۔ پاؤ سیر جھینگے میں ایک ناریل کا دودھ مرچ مسالہ دے کر چٹ پٹا پکاکر کھاؤ۔ اللہ چاہا تو دو دن میں گیساں ویساں سب دور ہوجائیں گے۔

جمعدار = ابے اُلّو ٹھیک کام کیوں نہیں کرتا۔ نہیں تو
میں تجھے نکال دوں گا۔
بھنگی = میرے مائی باپ! میں تو رات دن صفائی
کرتا رہتا ہوں۔

حسبِ منظوریٔ مجلسِ عاملہ اغراضِ جنگ فنڈ
حیدرآباد دکن بہ نگرانی پرنسپل سجاد مرزا صاحب
ایم۔ اے و بہ ایڈیٹری مرزا عصمت اللہ بیگ صاحب
خیریت آباد حیدرآباد دکن سے ہندستانی
فوج کے لیے اعظم اسٹیم پریس میں چھاپ کر
شایع کیا گیا

قیمت سالانہ (للعہ) معہ محصول ڈاک (ہندستان کے لیے
فی پرچہ ———— ٦/

دفتر "جیت" خیریت آباد حیدرآباد دکن

6 JEET